محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد دوم

خواجہ شمس الدین عظیمی

فہرست مضامین

KSARS

یَا صَاحبَ الجمال و یاسَیّد البشر

مِن وجہک المنیر لَقَد نَوّر القمر

لا یمکن الثنَا ءکما کَانَ حَقّہ‘

بَعد از خُدا بزرگ تو ہی قصِہ مختصر

دیباچہ

لفظ معجزہ کا ماخذ ''عجز'' ہے، مفہوم یہ ہے کہ کوئی کام کرنے سے عاجز ہونا۔ نبوت کی صداقت کے لئے خرق عادت کا ظاہر ہونا معجزہ ہے۔

خرقِ عادات انبیاء کرام کے علاوہ نوع انسانی کے دیگر افراد سے بھی صادر ہوئی ہیں۔ انبیاء اور روحانی طاقت رکھنے والے انسانوں کے کتنے ہی واقعات اس کے شاہد ہیں۔ پاک طینت حضرات سے خرق عادت کا اظہار رشد و ہدایت اور تنبیہ کے لئے ہوتا ہے۔ روحانی سائنس کی پہلی کتاب ''لوح و قلم'' میں ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ لکھتے ہیں:

تصرف کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ معجزہ

۲۔ کرامات

۳۔ استدراج

استدراج وہ علم ہے جو اعراف کی بری روحوں یا شیطان پرست جنات کے زیر سایہ کسی آدمی میں خاص وجوہ کی بناء پر پرورش پاجاتا ہے۔ صاحب استدراج کو اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ علم استدراج اور علم نبوت میں یہی فرق ہے کہ استدراج کا علم غیب بینی تک محدود رہتا ہے اور علم نبوت انسان کو غیب بینی کی حدوں سے گزار کر اللہ کی معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔

علم نبوت کے زیر اثر جب کوئی خارق عادت نبی سے صادر ہوتی ہے تو اس کا معجزہ کہتے ہیں۔ ختم نبوت و رسالت کے بعد یہ وراثت اولیاءاللہ کو منتقل ہوئی اور اولیاءاللہ سے صادر ہونے والی خارق عادت کرامت کہلائی لیکن یہ بھی علم نبوت کے زیر اثر ہوتی ہے۔ معجزہ اور کرامت کا تصرف مستقل ہوتا ہے۔ مستقل سے مراد یہ ہے کہ جب تک صاحب تصرف اس چیز کو خود نہ ہٹائے وہ نہیں ہٹے گی۔ استدراج کے زیر اثر جو کچھ ہوتا ہے وہ مستقل نہیں ہوتا اور اس کا اثر فضا کے تاثرات بدلنے سے خود بخود ضائع ہو جاتا ہے استدراج کے زیر اثر جو کچھ ہوتا ہے اس کو جادو کہتے ہیں۔

قرآن حکیم نے انبیاء کرام کو عطا کردہ معجزات کو اللہ کی نشانیاں کہا ہے:

پھر بچادیا ہم نے اس کو اور جہاز والوں کو اور رکھا ہم نے جہاز کو نشانی جہان والوں کے لئے۔

(عنکبوت۔۱۵)

اللہ کی اونٹنی تمہارے واسطے نشانی ہے۔(اعراف۔۱۳)

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو کفار نے مطالبہ کیا کہ آپؐ کوئی معجزہ دکھائیں۔قرآن نے مکہ کے منکرین کا مطالبہ ان الفاظ میں دہرایا ہے۔

ترجمہ: وہ (محمد رسول ﷺ) ہمارے پاس آپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لائے ہیں ۔(طٰہٰ۔۱۳۳)

ترجمہ: اس پر اس کے رب کی جانب سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری جاتیں ؟(عنکبوت۔۵۰)

ترجمہ توانہیں چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے انبیاء بھیجے گئے تھے۔(الانبیاء۔۵)

نبی سے ظاہر ہونے والی واضح دلیل کوانبیاء کی تعلیمات کو جھٹلانے والے جادو و سحر کہتے تھے۔قرآن نے خارق عادت کے مطالبے کے جواب میں فرمایا:

ترجمہ: اگر یہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو تو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے(القمر ۲)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ بلاشبہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔

ترجمہ: تاریخ شاہد ہے کہ انبیاء کرام سے معجزات کا ظہور اتمام حجت کے لئے ہوا ہے۔لیکن ناسعید لوگ معجزہ کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے۔

ترجمہ: اور بچادیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اس ساتھ سارے۔ پھر ڈبو دیا ان دوسروں کو اس چیز میں ایک نشانی ہے اور نہیں وہ بہت لوگ ماننے والے۔(الشعراء ٦٥۔٦٧)

حضرت صالحؑ کی قوم پتھر سے زندہ سلامت اونٹنی نکلنے کا معجزہ دیکھ کر بھی راہ راست پر نہیں آئی تو قانون قدرت نے پکڑ لیا۔

ترجمہ: اور تحقیق جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں کو اور دیں ہم نے ان کو نشانیاں سو رہے ان کو ٹلاتے اور تھے تراشتے پہاڑوں کو گھر خاطر جمع سے پھر پکڑا ان کو چنگھاڑ نے صبح ہوتے۔ پھر کام نہ آیا ان کو جو کماتے تھے(الحجر ٨٠۔٨٤)

حضرت عیسیٰ کے معجزات دیکھ کر صرف گنتی کے چند لوگ ایمان لائے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات دیکھ کر بھی کفار مکہ کے دلوں میں ایمان کی روشنی داخل نہیں ہوئی۔ جب آپؐ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں ضیاء پاشی کا حکم ہوا تو کفار مکہ کے حصے میں رسوائی اور بد بختی آئی۔ آپؐ اور آپؐ پر ایمان لانے والے غالب اور فاتح بن کر دوبارہ مکے میں داخلے ہوئے۔

پاک باطن نفوس کے لئے سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات اقدس معجزہ ہے۔ انہیں ایمان سے سرفراز ہونے کے لئے کسی مافوق الفطرت واقعہ کی تلاش نہیں ہوتی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت ابو بکر

صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے نامور صحابی معجزہ دیکھے بغیر ایمان لائے۔

ہر نبی کو اس دور کے ماحول، قوم کے مزاج، عقل و فہم اور افتادِ طبع کی مناسبت سے معجزات سے نوازا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کا دور جادو ٹونہ اور طلسم کے عروج کا زمانہ تھا۔ آپ کو ید بیضاء اور عصا کے معجزات عطا فرمائے گئے۔ فرعون کے دربار میں موجود ساحروں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں جو سانپ بن گئیں۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا:

"ڈال اپنا عصا، پس وہ ان کے فریب کو نگل گیا"۔

(اعراف۔۱۱۷)

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کی سیرابی کے لئے دعا کی تو حکم ہوا۔

"پتھر اور اپنا عصا مار تب پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔"

(البقرہ۔۰۶)

حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں علم طب عروج پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفاء دینے اور مردوں کو زندہ کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا:

"اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے، پھر دم مارتا اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا مردے میرے حکم سے"۔

(المائدہ۔۱۱۰)

حضرت صالح کے دور میں مجسمہ سازی اور سنگ تراشی کا فن بام عروج پر تھا۔ منکرین نے اپنی ذہنی سکت کے مطابق ناممکن چیز کو ظاہر کرنے کا مطالبہ کیا، آپؑ نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا، چٹان شق ہو گئی اور زندہ سالم اونٹنی اس میں سے برآمد ہوئی اور بچے کو جنم دیا۔

حضرت صالحؑ کی قوم کو تنبیہ کی گئی:

"یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے واسطے نشانی ہے"۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد قرآن علی الاعلان کہتا ہے:

"اے لوگو! بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند پہنچ چکی ہے"۔(النساء۔۱۷۴)

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات مقدسہ کا ہر دور سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لئے اللہ کی برہان ہے۔

بعثت کے بعد حق و باطن کے مابین تفریق ظاہر ہو گئی۔ کعبہ کو مسمار کرنے کے ارادے سے آنے والے اپنے لاؤلشکر سمیت کھائے ہوئے بھس میں تبدیل ہو گئے۔ برسوں سے خشک سالی کا شکار عرب، بارانِ رحمت سے سرسبز ہو گیا۔

ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی مجوسیوں کی آگ بجھ گئی۔ زلزلہ کی شدت سے کسی کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔ ہمدان اور قم کے درمیان چھ میل لمبا چھ میل چوڑا بحیرہ سارہ خشک ہو گیا۔ کوفہ اور شام کے درمیان وادی سماوہ کی خشک ندی میں پانی جاری ہو گیا۔

معجزات اور خوارق عادت کا احاطہ کرنا انسانی دسترس سے باہر ہے۔

تاریخ کے حوالے سے حیات طیبہ میں جن خارق عادات کا ظہور ہوا ہے زیر نظر صفحات میں بصد احترام و ادب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ساتھ ساتھ محض اللہ کے کرم اور سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت سے اس عاجز نے معجزات کی سائنسی توجیہہ کے لئے قلم اٹھایا ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

مرکزی مراقبہ ہال، سرجانی ٹاؤن، کراچی

یکم رمضان ۱۴۱۷ ہجری بمطابق ۱۱ جنوری ۱۹۹۷ عیسوی

قرآن اور آسمانی کتابیں

محمد رسول اللہ، سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس سراپا اعجاز ہے۔ انبیائے سابقین کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف ذرائع سے آپ ؐ کو ہدایات ملتی رہتی تھیں۔ چودہ سو سال پہلے حضرت جبرائیلؑ جو احکامات لے کر زمین پر اترے وہ آج بھی من و عن موجود ہیں۔ قرآن اپنی اصل حالت میں اس ہی طرح ہے جیسے ۱۴۰۰ سال پہلے تھا۔ اس میں نقطہ اور زیر و زبر کا فرق بھی نہیں ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

دوسری آسمانی کتابیں زمانے کے ردوبدل کے ساتھ تحریف اور قطع برید سے محفوظ نہ رہ سکیں جبکہ کتنے ہی انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف محفوظ نہیں ہیں۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام جس زمانے میں معبوث ہوئے اس وقت عرب فصاحت و بلاغت میں بام عروج پر تھا۔ مکہ کے باشندوں نے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہونے والے احکامات میں جب شک و شبہ کیا اور اس کو کلام الٰہی ماننے میں پس و پیش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: کہتے ہیں کہ یہ بات بنالایا؟ کوئی نہیں! پر ان کو یقین نہیں۔ پھر چاہیے کہ لے آویں کوئی بات اسی طرح کی، اگر وہ سچے ہیں (الطور ۳۳۔۳۴)

قرآن پاک کی بے مثل فصاحت و بلاغت، رسول اللہ کا دوسرا بڑا اعجاز ہے۔ عرب کے بڑے بڑے نامور دانشور، جب قرآن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے تو کفار مکہ نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ کے پاس نہ جاؤان کا کلام نہ سنو ورنہ تم پر بھی ان کی فصاحت و بلاغت کا جادو چل جائے گا۔ حلیم الطبع لوگ جب سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے یا پھر کسی اور ذریعہ سے قرآنی آیت سنتے تو کہتے کہ ہم نے شاعروں کاہنوں اور جادوگروں کا کلام سنا ہے لیکن محمدؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ ان سب سے اعلیٰ اور ماوراء ہے۔ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، سرداروں کا حلقہ بگوش اسلام ہونا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا محمد رسول اللہ کو نبی برحق تسلیم کرنا مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

صادق، امین، درِ یتیم، باعثِ تخلیقِ کائنات، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ محمد رسول اللہ کی پوری زندگی، معجزات سے معمور ہے۔ روح کی گہرائیوں میں تفکر کیا جائے تو حضور پاک کی پوری حیات طیبہ معجزہ ہے۔ رسول اللہ کا دنیا میں تشریف لانا اور نبوت کے مقام پر سرفراز ہونا، حق کا پیغام عام کرنے کے لئے نا قابل برداشت تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرنا بھی معجزے کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔

حضور پاک کی زندگی میں جو معجزات رونما ہوئے وہ سب تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں اور قرآن پاک نے بھی ان کی شہادت فراہم کی ہے۔

ستارے قریب آئے

عثمان بن العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے وقت بی بی آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ جس وقت آپؐ پیدا ہوئے انہوں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا اور ستارے اس قدر قریب آ گئے کہ گمان ہوا کہ ستارے زمین پر گر پڑیں گے۔

پنگوڑے میں چاند

عباسؓ بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ ابتدائی عمر میں آپؐ پنگھوڑے میں انگلی سے چاند کی طرف اشارے کرتے تو چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا۔

مائی حلیمہ

حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے قبل مکہ میں قحط سالی تھی۔ بنو سعد کی حلیمہ سعدیہؓ اپنے قبیلے کی عورتوں کے ساتھ مکہ میں آئیں۔ ان کا شیر خوار بچہ عبداللہ، ان کے شوہر اور ایک اونٹنی ان کے ہمراہ تھی۔ کمزور و نزار ماں اور نحیف اونٹنی کے دودھ سے بچے کی غذائی ضروریات پوری نہ ہوتی تھیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حلیمہ کی گود میں آئے تو مائی حلیمہ کی قسمت جاگ اٹھی۔ مائی حلیمہ کا خشک سینہ دودھ کا

چشمہ بن گیا۔ نحیف و نزار اونٹنی میں بجلیاں دوڑ گئیں۔ تھن دودھ سے بھر گئے۔ میاں بیوی نے سیر ہو کر اونٹنی کا دودھ پیا۔ اونٹنی قافلے کے سب جانوروں سے آگے چل رہی تھی۔ ساتھ کی عورتیں حیران ہو کر پوچھتی تھیں:

اے ابوزیب کی بیٹی! کیا یہ وہی سواری ہے؟

مائی حلیمہ نے جواب دیا۔

''واللہ! سواری تو وہی ہے سوار بدل گیا ہے۔''

دو اجنبی

حضور کی عمر دو سال ہو گی تو حلیمہ سعدیہؓ محمدؐ کو والدہ کے پاس مکہ واپس لے آئیں۔ ان دنوں مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ حلیمہ سعدیہؓ نے حضرت آمنہؓ سے عرض کیا'' بہتر ہو گا آپؐ اپنے بیٹے کو مزید کچھ عرصہ میرے پاس اور رہنے دیں تا کہ محمدؐ یہاں کی وبا سے محفوظ رہیں۔

حضرت آمنہؓ نے حضور کو حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ ایک روز محمدؐ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ بھیڑیں چرانے لگے ہوئے تھے۔ عبداللہ دوڑتا ہوا حلیمہ سعدیہ کے پاس آیا اور چلا کر کہا، '' اماں جان! جلدی آیئے میرے قریشی بھائی کو دو اجنبی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ یہ سن کر حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے شوہر بھاگ کر چراگاہ پہنچے دیکھا کہ محمدؐ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ مائی حلیمہ فراطِ محبت سے

محمدؐ سے لپیٹ گئیں۔ محمدؐ نے بتایا کہ سفید لباس پہنے دو اجنبی شخص میرے پاس آئے۔انہوں نے مجھے زمین پر لٹادیا۔ایک نے میرے پیٹ کو سینے تک چاک کر دیا پھر اس نے میرے سینے سے دل نکالا اور اس میں سے خون کی ایک سیاہ پھٹکی نکال کر پھینک دی۔ پھر دوسرا شخص آگے بڑھا۔اس کے ہاتھ میں چاندی کی طرح پانی سے بھرا ہوا طشت تھا۔اس نے میرے دل کو دھو کر سینے میں واپس رکھ دیا اور دل پر مہر لگا کر پیٹ اور سینے کو سی دیا۔ حلیمہ اور اس کے شوہر نے حیران ہو کر محمدؐ کی طرف دیکھا کیونکہ نہ تو محمدؐ کے لباس پر خون کا کوئی دھبہ تھا اور نہ جسم پر کوئی نشان تھا۔

☆☆☆

روحانی نقطہ ءنظر سے ہر انسان میں دو دماغ کام کرتے ہیں۔جب کوئی بچہ دنیا میں آتا ہے تو بتدریج اس کے اوپر مادی حواس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور مادی حواس کا غلبہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وہ غیب کی چیزیں نہیں دیکھ سکتا۔ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بچپن کے ان واقعات میں یہ اسرار کھلتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بچپن میں بھی غیب دیکھتے تھے۔اس لئے کہ حضرت جبرائیلؑ کا نظر آنا سینہ مبارک کا شق ہونا، قلب مطہر کو طشتری میں رکھنا،اس کو دھونا اور سینہ مبارک میں رکھ کر شگاف کو بند کرنا یہ سب غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔اس سارے واقعہ میں یہ بات بڑی فکر طلب ہے کہ مائی حلیمہؓ ان کے شوہر اور حضور کے رضائی بھائی عبداللہ نے جب حضور کو دیکھا تو سینے کے شق ہونے اور دل باہر نکالنے کے اثرات موجود نہیں تھے۔انتہا

یہ ہے کہ لباس پر خون کا کوئی داغ دھبہ نہیں تھا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پاکؐ نے بچپن میں ایسی ماورائی حالت کا مشاہدہ کیا جو عام آدمی نہیں کر سکتا۔

بادلوں کا سایہ

ایک دوپہر حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے دیکھا کہ بچے دھوپ میں کھیل رہے ہیں۔ آپؓ نے بچوں کو سائے میں کھیلنے کی ہدایت کی۔ حضور کی رضاعی بہن نے اپنی والدہ کو بتایا، اماں جان! میرا قریشی بھائی دھوپ کی تمازت سے محفوظ ہے۔ بادل اس پر سایہ کرتا ہے، جب یہ چلتا ہے تو بادل اس کے ساتھ چلنے لگتا ہے اور جب یہ ٹھہر جاتا ہے تو بادل بھی رک جاتا ہے۔

ترجمہ:

''خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔ پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اور انہیں بدلیوں میں تقسیم کرتا ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکتے ہیں۔ یہ بارش جب وہ اپنے بندوں پر، جن پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکایک وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں''۔

(سورہ الروم۔۴۸)

بارش کا وسیلہ

خشک سالی کی وجہ سے جب مکہ میں قحط پڑ گیا تو لوگ حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہا ''اے ابو طالب ! بچے قحط کی وجہ سے بھوک سے بلک رہے ہیں، کعبہ میں چل کر دعا کیجیے۔''

ابو طالب نے کمسن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کعبہ میں آ کر دعا کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش برسی، ابو طالب نے آپؐ کی شان میں یہ شعر کہا:

''وہ خوبصورت چہرہ جس کے فیضان سے بارش برستی ہے''۔

درخت پتھر سجدے میں گر گئے

بارہ برس کی عمر میں ابو طالب کے ساتھ بصرہ میں جب محمدؐ نے قیام کیا تو بحیراء راہب نے محمدؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ''اللہ نے انہیں رحمت اللعالمین بنایا ہے''۔ ابو طالب نے حیران ہو کر پوچھا آپؐ کو کیسے معلوم ہوا کہ محمدؐ رحمت اللعالمین ہیں؟ بحیراء راہب نے کہا ''تم لوگ گھاٹی کے اس جانب تھے، میں نے دیکھا کہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جو محمدؐ کے احترام کے لئے جھک نہ گئی ہو۔

نبیوں کا درخت

امین و صادق کی حیثیت سے محمدؐ رسول اللہ کا شہرہ عام تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ مکہ کی معزز تاجر تھیں۔ انہوں نے سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی کہ وہ ان کا سامانِ تجارت لے کر شام تشریف

لے جائیں۔ میسرہ آپ ؐ کا ہمسفر تھا۔ بصریٰ میں نسطوراء راہب کی خانقاہ کے قریب تجارتی قافلے نے پڑاؤ ڈالا ۔نسطوراء میسرہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے۔ میسرہ نے کہا، میرے ساتھ محمدؐ ہیں۔ یہ خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں۔ مکہ کے رہنے والے ہیں اور ان کا لقب امین ہے۔

نسطوراء نے کہا، جس درخت کے نیچے محمدؐ آرام کر رہے ہیں اس درخت کے نیچے نبیوں کے علاوہ کسی نے قیام نہیں کیا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ یہ مبارک شخص وہی ہے جس کا تذکرہ توریت اور انجیل میں ہے۔ میں اس ہستی میں وہ تمام نشانیاں دیکھ رہا ہوں جو مقدس آسمانی کتابوں نے آخری نبی کے لئے بیان کی ہیں۔

☆☆☆

انسان کی مادی وجود کے اوپر روشنیوں کے دو غلاف ہیں۔ اور ان دونوں غلافوں میں بجلی دوڑتی رہتی ہے۔ ایک غلاف میں روشنیاں پازیٹیو اور دوسرے غلاف میں نیگیٹو پازیٹیو ہوتی ہیں۔ ان روشنیوں کے فلو (Flow) سے حواس بنتے ہیں۔ حواس کی دو سطح ہیں۔ ایک سطح فرد کی ذہنی حرکت ہے اور دوسری سطح وہ ہے جو فرد کی ذہنی حرکت کو کائناتی سسٹم سے ملاتی ہے۔ حواس ہمہ وقت تقسیم ہوتے رہے ہیں۔ حواس کی تقسیم سے ایک طرف اعضائے جسمانی بنتے ہیں اور دوسری طرف اعضائے جسمانی کی صلاحیتیں تخلیق ہوتی ہیں۔ جسمانی فعلیت میں یہی تقسیم کام کرتی ہے۔ آنکھ، کان، ناک، زبان، پیر، حواس کی تقسیم ہیں۔ آنکھ کا دیکھنا، کان کا سننا اور پیر کا پیمائش کرنا زبان میں ذائقہ اور ناک میں سونگھنے کی حس جسمانی فعلیت ہے۔ اس کے برعکس حواس میں جو تحریکات ہوتی ہیں وہ ماورائی تحریکات ہیں جو تواتر کے ساتھ قائم رہتی ہیں۔

لحات بہ یک وقت دو سطحوں میں حرکت کرتے ہیں۔ایک سطح کی حرکت کائنات کی ہر شے میں الگ الگ ہے۔یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو شے کو اس کی منفرد ہستی کے دائرے میں دکھاتی ہے۔

دوسرے سطح کی حرکت کائنات کی تمام اشیاء میں بہ یک وقت جاری ہے اگر کوئی شخص دوسری سطح کا ادراک حاصل کرلے جو ریاضت و مجاہدہ اور مراقبہ کے ذریعہ ممکن ہے تو کائنات کے مخفی گوشے سامنے آنے لگتے ہیں۔ بجیراءراہب اور نسطوراءنے رہبانیت کے نظام کے تحت دنیا سے الگ تھلک ہو کر اپنے اندر ایسی صلاحیت بیدار کر لی تھی کہ جس صلاحیت سے غیب کے کچھ مخفی گوشے سامنے آجاتے ہیں۔اسی صلاحیت کی بناءپر بجیراءراہب اور نسطوراءنے سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں انکشافات کئے۔

نوٹ: اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے۔''لارہبانیت فی الاسلام''

تبت یدا

ابو لہب اور اس کی بیوی محمد رسول اللہؐ کے چچا چچی تھے۔ جب حضورؐ دعوت حق دیتے تو ابو لہب مجمع کے پاس جا کر کہتا تھا کہ اس کی بات نہ سنو یہ مجنو اور دیوانہ ہے۔ اس کی بیوی ام جمیل جنگل سے کانٹے دار لکڑیاں چن چن کر لاتی اور حضورؐ کے رستے میں ڈال دیتی تھی۔ اس کے بارے میں سورۃ لہب نازل ہوئی۔

ترجمہ:

ٹوٹ گئے ابو لہب کے ہاتھ اور وہ نامراد ہوا۔ نہ تو اس کا مال اس کے کچھ کام آیا اور نہ جو اس نے کمایا ۔ ضرور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی۔ (پارہ ۳۰)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام بیت اللہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ ام جمیل حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مخاطب ہوئی، ''ابو بکر تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ اس نے میری ہجو کہی ہے۔''

محمد رسولؐ اللہ وہاں موجود تھے۔ لیکن ابو لہب کی بیوی کو نظر نہیں آئے۔

☆☆☆

لہب کے معنی شعلے کے ہیں۔ابو لہب کا اصلی نام عبد العزیٰ تھا۔ابو لہب سرخ و سفید شعلہ رو تھا۔ غالباً اسی وجہ سے ابو لہب پکارا جاتا تھا۔ابو لہب بیت اللہ کے بیت المال کا نگراں تھا۔بیت المال پر اس نے اس طرح قبضہ کر رکھا تھا کہ بیت المال کا بڑا حصہ یتیموں، مسکینوں اور حاجیوں پر خرچ ہونے کی بجائے اس کے خزانے میں جمع ہوتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت حق سن کر اسے محسوس ہوا کہ اس کا احتساب کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ اس اعزاز اور مال و دولت سے محروم ہو جائے گا جو اسے حاصل ہے۔ چنانچہ اس نے آپؐ کی مخالفت کی اور مخالفت میں بڑے بڑے دشمنوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔قرآن نے اس سورہ میں حضور پاکؐ کے دشمن کی سیاسی قوت ٹوٹ جانے کی پیش گوئی کی ہے، جو پوری ہوئی۔غزوہ بدر کے کچھ عرصے بعد وہ چیچک میں مبتلا ہوا۔اس بیماری کے دوران چھوت کے اندیشے سے اس کے ساتھیوں نے،اس کے بیٹوں نے اور اس کے خاندان نے اس کی تیمارداری بھی نہیں کی۔وہ اسی بے کسی کے حال میں مر گیا اور کئی دن اس کی لاش سڑتی رہی۔ بالآخر لوگوں کے طعنوں سے تنگ آکر اس کے بیٹوں نے مزدوروں کی مدد سے مکہ کے بلائی حصہ میں لاش پھینکوا دی اور اس پر اتنے پتھر پھینکے کہ لاش پتھروں میں ڈھک گئی۔

ابو لہب کی بیوی اس زمانے میں خاتون اول تھی جو نہایت خوبصورت اور جمیل تھی۔اس سورہ میں ابو لہب کی ذلت کی وہ تصویر نمایاں ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔دنیا میں خاتون اول بن کر ہیرے جواہرات کے قیمتی ہار پہن کر اتراتی پھرتی تھی۔ قیامت کے دن یہی ہار موٹی رسی کی شکل میں بدل جائیں گے اور وہ اسی

طرح پھرے گی جیسے کوئی کنیز گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں چننے جارہی ہو۔ ابو لہب کی بیوی ام جمیل چونکہ حضورؐ کو اذیت پہنچانے میں اپنے شوہر کے ساتھ برابر کی شریک رہی اس لیے جہنم میں اپنے شوہر کے ساتھ ان جرائم کی سزا بھگتے گی جو اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دشمنی میں کئے ہیں۔

دو کمانوں سے کم فاصلہ

ترجمہ :

” پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو رات ہی رات ادب والی مسجد (مسجد الحرام) سے پرلی مسجد (مسجد الا قصیٰ) تک جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں کہ دکھاویں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے ، وہی ہے سنتا دیکھتا “۔

(بنی اسرائیل)

رجب کی ۲۷ ویں شب سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی چچازاد بہن ام ہانی کے گھر میں آرام فرمار ہے تھے کہ گھر کی چھت شق ہوئی۔ آپؐ نے دیکھا کہ جبرائیل امین فرشتوں کے ہمراہ تشریف لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زم زم کے کنویں کے پاس لے گئے۔ وہاں جبرائیلؑ نے سینہ مبارک کھول کر دل باہر نکالا اور آب زم زم سے دھونے کے بعد دوبارہ سے سینہ میں رکھ دیا۔

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام براق پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لے گئے مسجد اقصیٰ میں حضورؐ نے انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ کی خدمت میں دودھ اور شراب کے پیالے پیش کئے گئے ۔آپؐ نے دودھ پسند فرمایا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا آپؐ نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔

(ایک روایت یہ ہے کہ آپؐ کعبہ سے متصل شمالی حصے حطیم میں آرام فرما رہے تھے۔ جب جبرائیل آپؐ کے پاس حاضر ہوئے۔)

بیت المقدس سے آپؐ عالم بالا کی طرف روانہ ہوئے۔ آسمانوں میں آپؐ نے جلیل القدر پیغمبروں سے ملاقات کی۔ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ آپؐ کو ملے۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ نے آپؐ کا استقبال کیا۔ تیسرے آسمان پر حضور یوسفؑ نے آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر حضورؐ ہارونؑ اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ آپؐ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ نے ساتویں آسمان پر آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ ساتویں آسمان پر ''بیت المعمور'' دیکھا۔ ساتویں آسمان کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک حضرت جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالق کائنات کی تسبیح و تقدیس فرمائی اور حجاب عظمت کا معائنہ کیا۔ پھر آپؐ پر حجاب کبریا منکشف ہوا۔ حجاب کبریا منکشف ہونے کے بعد سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے حجاب محمود میں تجلیات کا مشاہدہ کیا اور مقام محمود میں اللہ کو دیکھا۔

ترجمہ:

” دل نے جو دیکھا، جھوٹ نہیں دیکھا“

(سورہ نجم)

معراج شریف میں بارگاہ رب العزت سے انعامات و عطیات مرحمت کئے گئے۔ مفسرین نے تین اکرامات کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیات جن میں اسلام کے رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں۔

۲۔ امت محمدؐ کی بخشش کا وعدہ، مگر جو لوگ شرک کے مرتکب ہوں گے وہ اس انعام سے محروم رہیں گے۔

۳۔ نماز پنجگانہ کی فرضیت۔

ترجمہ:

"قائم کرو صلوۃ سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا ، بےشک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو اور کچھ رات جاگتا رہ، اس میں فائدہ ہے تجھ کو ، شاید کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب تعریف کے مقام میں "۔ (بنی اسرائیل ۷۸-۷۹)

روایات ملتی ہیں کہ معراج کے سفر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں حیرت انگیز مناظر دیکھے۔آپؐ نے جنت کی سیر کی اور دوزخ کے طبقات آپؐ کو دکھائے گئے۔ نیک و بد لوگوں کا مقام دیکھا اور ان مقامات پر اعمال کی جزا اور سزا کا مشاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے داروغہ رضوان سے ملاقات کی اور جنت کے باغوں میں گھوم پھر کر ان کا معائنہ کیا۔

قرآن میں ہے:

ترجمہ:

مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ۔ ان سدا بہار باغوں میں ان کے لئے پاکیزہ قیام گاہیں

ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انہیں حاصل ہو گی یہی بڑی کامیابی ہے ۔ (توبۃ۔۷۲)

ترجمہ:

” متقی لوگوں کے لئے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے ۔ اس کی شان یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ، اس کے پھل دائمی ہیں اور اس کا سایہ لا زوال ہے ۔ یہ انجام ہے متقی لوگوں کا اور منکروں کے لئے دوزخ ہے “۔ (رعد۔ ۳۵)

ترجمہ:

” ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے ۔ وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا ، وہاں ان کا لباس ریشم ہو گا اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا ، یقینا ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے“ (فاطر ۳۳۔ ۳۵)

ترجمہ:

” جنت میں داخل ہو جاؤتم اور تمہارے زوج تم شاد کیے جاؤگے ۔ ان کے سامنے سونے کی طشتریاں اور سونے کے پیالے پیش کئے جائیں گے اور ان میں وہ چیزیں ہوں گی جو دل کو پسند

اور آنکھوں کے لئے لذت بخش ہوں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے اپنے اعمال کے صلے میں اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہوں گے جن میں تم کھاؤ گے“۔ (الزخرف ۷۰ ۔ ۳۷)

ترجمہ:

" متقی لوگ وہاں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے ۔ لطف لے رہے ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کا رب انہیں دے گا ، اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا ۔ (ان سے کہا جائے گا) کھاؤاور پیو مزے سے اپنے ان اعمال کے صلےمیں جو تم کرتے رہے ہو ۔ وہ آمنے سامنے بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم خوبصورت آنکھوں والی حوریں ان سے بیاہ دیں گے ۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجہ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کی اس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے ،ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔ ہم ان کو ہر طرح کے پھل اور گوشت، جس چیز کو بھی ان کا جی چاہے گا خوب دیئے چلے جائیں گے۔ ان کے درمیان ایسی شراب کے پیالوں کے تبادلے ہو رہے ہوں گے جو لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔ ان کی خدمت کے لئے ایسے خوبصورت لڑکے ہوں گے جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی"۔ (الطور ۱۷۔۲۴)

ترجمہ :

متقیوں کے لئے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نتھرے ہوئے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی جس کے ذائقے میں ذرا فرق نہیں آیا ہو گا۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہو گی ، نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی ، اس میں ان کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ۔ (محمد ۔ ۱۵)

ترجمہ :

بے شک اہل جنت آج اپنی دلچسپیوں میں مگن ہوں گے وہ اور ان کے زوج سایوں میں مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھیں گے اور اس میں ان کے لئے میوے ہوں گے اور ان کے لئے وہ سب کچھ ہو گا جو وہ طلب کریں گے ، رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا گیا ہے ۔(یٰسین ۵۵۔۵۸)

ترجمہ :

اور انہوں نے جو صبر کیا اس کے صلے میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا ۔ وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ۔ نہ انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ

جاڑے کی سردی ۔ جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہو گی اور اس کے پھل ان کی دسترس میں ہوں گے اور ان کے سامنے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش میں ہوں گے ۔ شیشے ، چاندی کی قسم کے ہوں گے ۔ ان کو انھوں نے نہایت موزوں اندازوں کے ساتھ سجایا ہو گا ۔ ان کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہو گی ۔ یہ جنت کا ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے ۔ ان کی خدمت میں غلمان حاضر ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے ۔ تم ان کو دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دئے گئے ہیں ۔ وہاں جدھر بھی نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک عظیم بادشاہی دیکھو گے۔ ان کے اوپر باریک رشیم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے، ان کو چاندی کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا ۔ بے شک یہ تمہارے عمل کا صلہ ہے اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی ۔ (الدھر ۱۱-۲۲)

ترجمہ:

اور ان کے لئے جو اپنے رب کے حضور پیشی سے ڈرتے رہے دو باغ ہوں گے ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤگے ۔ ہری بھری ڈالیوں سے بھر پور ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤگے ۔ ان کے اندر دو چشمے جاری ہوں گے ۔ اپنے رب

کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤگے ۔ ان میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ جنتی لوگ ایسے فرشوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ ان نعمتوں کے درمیان باحیا حوریں ہوں گی جن کو ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا نہیں ہو گا اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ ایسی خوبصورت جیسے ہیرے اور موتی ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ ان دو باغو ں کے سوا دو باغ اور ہوں گے ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔گھنے سر سبز و شاداب باغ ۔ اپنے رب کے کن کن انعا ما ت کو تم جھٹلاؤ گے ۔ ان میں دو چشمے فواروں کی طرح ابلتے ہوئے ہوں گے ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ان میں بکثرت پھل ، کھجور اور انار ہوں گے ۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ان میں نیک سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی۔ حوریں ، خیموں میں رہنے والیاں اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ان جنتیوں سے پہلے کبھی کسی انسان یا جن نے ان کو چھوا نہ ہو گا۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ وہ جنتی سبز قالینوں اور نفیس و نادر فرشوں پر تکیے لگا کے بیٹھیں گے ۔ اپنے رب کے کن کن

انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ۔ بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل و کریم کا نام ۔ (الرحمن ۴۷۔۷۸)

روایت کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب دوزخ کے داروغہ سے ملاقات کی اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا لوگوں کے حالات آپؐ کو بتلائے گئے۔آپؐ نے دیکھا کہ :

۱۔ کچھ لوگوں کو ان کے اپنے بدن کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھلایا جارہا تھا۔یہ چغل خور اور غیبت کرنے والے لوگ تھے۔

۲۔ کچھ لوگ جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان کے منہ میں پتھروں کیا انگارے ٹھونسے جارہے تھے۔یہ یتیموں کا مال ہضم کرنے والے لوگ تھے۔

۳۔ سود خوروں کو دیکھا کہ ان کے شکموں میں سانپ بھرے ہوئے تھے۔ان کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔سود خوروں کے گروہ کے ایک فرد کو اس حال میں بھی دیکھا کہ وہ خون کی ندی میں تیر رہا تھا جب تیرتے ہوئے کنارے تک آیا لوگ اس کو پتھر مارتے اور وہ واپس پلٹ جاتا تھا۔

۴۔ ناجائز دولت کمانے والوں کو متعفن اور سڑاند سے بھرا ہوا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا۔

۵۔ چند لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اور زبانیں کاٹی جارہی ہیں۔ زبان اور ہونٹ صحیح ہو جاتے اور دوبارہ تکلیف دہ عمل شروع ہو جاتا تھا۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کو بتایا گیا کہ یہ بے عمل منبر نشین، خطیب، واعظ اور عالم ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

۶۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک چھوٹے سے پتھر میں سے بہت بڑا بیل نکلتے دیکھا جو کہ دوبارہ پتھر میں داخل ہونے کی کوشش میں لگ جاتا تھا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ حال اس شخص کا ہے جو بری بات منہ سے نکال کر شرمندہ ہوتا ہے لیکن اس کو واپس لینے پر قدرت نہیں رکھتا۔

معراج میں سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے زمین پر سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کیا اور ہزاروں لاکھوں نوری سال کے فاصلے پر آسمان کی حدود میں داخل ہوئے۔ فرشتوں کی حد سے آگے تشریف لے گئے اور خدائے کریم سے ہم کلام ہوئے اور اس سفر سے جب واپس لوٹے تو گھر کے دروازے کی کنڈی اسی طرح ہل رہی تھی جس طرح جاتے وقت ہلتی ہوئی چھوڑ گئے تھے۔

معــــراج سے واپس تشریف لانے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی سے رات کے واقعہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے قریش کی استہزاء کے ڈر سے مشورہ دیا کہ اس کا ذکر لوگوں سے نہ کیا جائے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا، میں ضرور ان سے تذکرہ کروں گا، میرا رب سچا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے، سچ ہے۔

معــــراج میں پیش آنے والے واقعات سن کر دل کے اندھے کفارِ مکہ آپؐ کا مذاق اڑانے لگے۔ کچھ مسلمان جن کا ایمان ابھی پختہ نہیں تھا، مرتد ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کفار مکہ نے کہا کہ نبوت کے دعوے دار تمہارے ساتھی کا کہنا ہے کہ وہ رات ہی رات میں بیت المقدس ہو آئے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا اگر محمدؐ کہتے ہیں تو یہ درست ہے، میں تو اس سے بھی زیادہ پر ایمان رکھتا ہوں کہ فرشتے ان کے پاس آتے ہیں۔

قریش میں سے بہت سے لوگ بیت المقدس دیکھ چکے تھے انہوں نے بیت المقدس کی طرز تعمیر اور دیگر چھوٹی چھوٹی تفصیـــلات کے بارے میں پوچھا، آپؐ کی نگاہوں کے سامنے بیت المقدس کی عمارت موجود ہو گئی اور آپؐ نے تمام تفصیلات بتا دیں۔ کفار مکہ تذبذب کا شکار ہو گئے۔ ایک سردار نے تجارتی قافلوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ نے تین قافلوں کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ کفار نے بیضاء کی گھاٹی کی طرف چند لوگوں کو تصدیق کے لئے بھیجا تو انہیں تیسرا قافلہ آتا ہوا نظر آ گیا۔

باقی دو قافلے بھی وقت مقررہ پر مکہ پہنچ گئے۔

☆☆☆

شب معراج کے قصے میں مفسرین نے ۵۰ نمازوں کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ۵۰ نمازیں زیادہ ہیں۔ آپؐ ان میں تخفیف کرائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے گئے اور دس نمازیں کم کر دی گئیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر فرمایا کہ نمازیں اب بھی زیادہ ہیں اور کم کرائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے گئے اور دس نمازوں کی تخفیف ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ آپؐ کی امت تیس نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔ آپؐ دوبارہ بارگاہ رب العزت میں نماز کم کرانے کی درخواست کیجیے اور اس طرح جب پانچویں مرتبہ حضور رب العالمین کے پاس گئے تو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس پر بھی حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ نمازیں ابھی بھی زیادہ ہیں۔

معراج کے سلسلے میں یہ واقعہ روایتاً دہرایا جا رہا ہے۔ میں مولف کتاب خواجہ شمس الدین عظیمی یہ عرض کرتا ہوں کہ اس واقعہ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰؑ کی فضیلت ثابت کی جا رہی ہے جبکہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلند و اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کو دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ سے دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کیا اور خود قرآن نے اس بات کی شہادت فراہم کی۔

دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا۔ (سورہ نجم)

حضرت موسیٰؑ جلیل القدر صاحب کتاب پیغمبر ہیں لیکن خود اللہ نے فرمایا:

ہم نے بعض رسولوں کو بعض رسولوں پر فضیلت دی اور بلند کیا ان میں بعض کا درجہ۔

یہ عجیب و غریب تاویل ہے کہ جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری نبی ہیں، جن پر دین کی تکمیل ہو چکی ہے۔ان کو نو (۹) مقامات نیچے سے حضرت موسیٰؑ رہنمائی کر رہے ہیں۔ جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰؑ کا مقام چھٹا آسمان ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام محمود کے اس پار اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور دو کمانوں سے بھی کم فاصلے سے اللہ سے باتیں کیں۔ چھٹے آسمان کے اوپر ساتواں آسمان، عرش، کرسی، بیت المعمور، سدرۃ المنتہیٰ، حجاب عظمت، حجاب کبریا، حجاب محمود اور مقام محمود ہے۔اس مقام تک خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بھی پیغمبر کی رسائی نہیں ہوئی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ چھٹے آسمان سے اوپر نو (۹) مقامات کا حامل اللہ کا محبوب ترین بندہ پانچ مرتبہ اوپر سے نیچے آیا اور نیچے سے اوپر گیا۔ اللہ تعالیٰ میرے اوپر اور میری اولاد پر رحم کرے اور میری لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرمائے۔ میری دانست میں یہ سب اسرائیلیات ہے۔

کسی پیغمبر کے اعلیٰ مراتب میں کوئی آدمی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ مگر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ حضرت موسیٰؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی فرمائی جبکہ تمام آسمانی کتابوں میں، اس میں توریت بھی شامل ہے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیشن گوئی موجود ہے۔

انسان کے اندر کھربوں جنریٹر کام کرتے ہیں۔ان جنریٹرز کو چار نورانی نہریں فیڈ کرتی ہیں۔ایک نہر کا منبع عرش، دوسری نہر کا مخزن حجاب عظمت، تیسری نہر کا مصدر حجاب کبریا اور چوتھی نہر کا سورس حجاب محمود ہے۔ایک ذات اور کل ذات کے درمیان تجلی ایک پردہ ہے۔اس کے ذریعہ کل ذات کے تصورات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصول ہوتے ہیں اور یہ وصولی چار نہریں نہر تسوید، نہر تجرید، نہر تشہید اور نہر تظہیر کے ذریعہ ہوتی ہے۔

نہر تسوید کی حدود عالم لاہوت، نہر تجرید کی حدود عالم جبروت، نہر تشہید کی حدود عالم ملکوت اور نہر تظہیر کی حدود عالم ناسوت ہے۔عالم لاہوت میں علم الٰہی بصورت غیب متمکن ہے۔عالم جبروت میں کائنات کی ماہیت اور جس غیب پر یہ ماہیت قائم ہے، موجود ہے عالم جبروت کا دائرہ اپنی حدود سے نزول کرتا ہے تو اسے عالم ملکوت کہتے ہیں، عالم ملکوت جب اپنی حدود سے نزول کرتا ہے تو عالم محسوس بن جاتا ہے۔ عالم محسوس کو عالم ناسوت یا عالم دنیا بھی کہتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم حضوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علم حصولی۔

علم حضوری کی بھی دو قسمیں ہیں۔ غیب الغیب اور غیب یعنی علم القلم اور علم لوح۔ علم حضوری کائنات کے صفاتی احساس کا مجموعہ ہے۔سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام غیب الغیب، غیب، علم القلم اور علم لوح کے عارف وامین ہیں۔ چار نہروں کے نورانی تمثلات سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے انر میں ذخیرہ ہیں۔اس ذخیرے کی وجہ سے معراج کے سفر میں سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی قوت پرواز جس کو ہم رفتار بھی کہہ سکتے

ہیں اتنی زیادہ ہے کہ حضورؐ کا جسد مبارک ٹائم اسپیس کی گرفت سے آزاد ہو گیا اور حضورؐ روشنی سے بھی زیادہ رفتار سے مقام محمود میں تشریف لے گئے۔

ترجمہ :

قسم ہے تارے کی جب ڈوبے ۔ بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے ۔ ان کا بولنا وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے ۔ اس کو سکھایا سخت قوتوں والے زور آور نے ۔ پھر اصلی صورت پر نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ بلند کنارے پر تھا ۔ پھر وہ نزدیک آیا ، پھر اور نزدیک آیا ۔ پس دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا ۔ یا اس سے بھی کم ۔ پھر اللہ نے اپنے بندے سے باتیں کیں ، جو کیں ۔ جھوٹ نہیں دیکھا دل نے جو دیکھا۔ اب تم کیا اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا ۔(سورہ نجم)

سائنس دانوں کے کہنے کے مطابق اگر ہم زمین اور سورج کا فاصلہ نو کروڑ میل تسلیم کر لیں تو سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے پلک جھپکنے سے پہلے ایک ارب چوالیس کروڑ میل کا فاصلہ جانے کے لئے طے کیا اور ایک ارب چوالیس کروڑ زمین پر واپس تشریف لانے کے لیے فاصلہ طے کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پاکؐ کی رفتار پرواز پلک جھپکنے سے بھی کم وقت میں دو ارب اٹھاسی کروڑ میل ہے۔

اس وقت سائنس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ زمان کی نفی کر کے زیادہ سے زیادہ رفتار پر کنٹرول کیا جائے اور سائنس کی تمام تر ترقی کا دارومدار رفتار کی تیزی اور وقت کی نفی ہے۔ لیکن کسی انسان کی رفتار پرواز اتنی کبھی نہیں ہو گی جتنی آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

ہجرت کی رات

ہجرت کی رات جبکہ ایک تہائی رات گزری تھی۔ قریش کے مسلح نوجوانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور اس انتظار میں رہے کہ حضورؐ سو جائیں تو ان کا کام تمام کر دیں۔ اس وقت حضورؐ کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا، اے علی! تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ، صبح امانتیں واپس کر کے تم بھی مدینہ چلے آنا۔ رسول اکرمؐ نے خاک کی ایک مٹھی لی اور سورہ یٰسین کی یہ آیت پڑھی۔

ترجمہ:

''اور بنائی ہم نے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار، پھر اوپر سے ڈھانک دیا، سو ان کو نہیں سوجھتا۔''

(یٰسین۔۹)

آیت پڑھتے ہوئے خاک کی مٹھی کفار مکہ کے شمشیر بدست نوجوانوں کی طرف پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے۔ حضورؐ ان کے

درمیان سے گزر گئے۔ مشہور ہے کہ ہجرت کی شب جب پیچھا کرنے والے غارِ ثور کے قریب آگئے تو دفعتاً ببول کا درخت اگا اور اس کی شاخوں نے پھیل کر غار کو ڈھانپ دیا۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور درخت پر گھونسلہ بنا کر انڈے دے دیئے اور غار کے منہ کے آگے مکڑی نے جالا بن دیا۔

مکڑی (عنکبوت) اپنا گھر تاروں سے بناتی ہے۔ ہر تار، چار باریک تاروں کا مجموعہ ہوتا ہے اور ہر باریک تار ہزار تاروں سے تیار ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر جالے کا ہر تار چار ہزار تاروں سے بنتا ہے۔ مکڑی کے جسم میں چار ہزار باریک نالیاں ہیں۔ ہر نالی سے ایک تار نکلتا ہے۔ نالیوں سے ذرا آگے چار سوراخ ہوتے ہیں۔ ہر سوراخ میں ایک ہزار تار داخل ہو کر ایک تار کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دُم کے آخر میں صرف ایک نالی ہوتی ہے جس میں سے یہ چار تار گزر کر ایک دھاگہ بن جاتے ہیں۔

مکڑی چھت کے شہتیروں سے گوند نکال کر تاروں پر لگاتی ہے۔ اور پھر ان تاروں سے اتنا مضبوط گھر بناتی ہے کہ ضعیف اور کمزور ترین گھر ہونے کے باوجود طوفان اور تند آندھیوں میں بھی نہیں ٹوٹتا۔

مکڑی کا جالا مسدس شکل کا ہوتا ہے۔ جس کا ہر ضلع نصف قطر کے برابر ہوتا ہے۔ مکڑی جالا بنتے وقت ہر تار پر پانچ چھ مرتبہ آتی جاتی ہے اور ہر بار ایک نئے تار کا اضافہ کرتی ہے۔ اس طرح جالے کا ہر تار اس قدر مضبوط ہو جاتا ہے کہ مکڑی سے آٹھ گنا زیادہ وزن تھام سکتا ہے۔ مکڑی چھ ماہ تک بھوکی رہ سکتی ہے۔ اس کی آٹھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک وقت میں دو ہزار انڈے دیتی ہے۔ جنہیں ملائم اور سنہرے تاروں میں لپیٹ

کر رکھتی ہے۔ مکڑی ضروریات کے مطابق مختلف رنگ کے تار نکال سکتی ہے۔ ہر تار ریشم کے تار سے نو گنا کم باریک ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں عنکبوت کا ذکر ہے:

ترجمہ :

جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے تعلقات جوڑ لیتے ہیں وہ اس مکڑی کی طرح ہیں جو (مکھیوں کے شکار کے لئے) جالا تن لیتی ہے کاش انہیں معلوم ہوتا کہ مکڑی کا گھر دنیا میں کمزور ترین گھر ہے "۔(عنکبوت۔ ۱۲)

بظاہر بے وقعت اور معمولی نظر آنے والی اشیاء کی تکوین میں قدرت نے عقل و دانش، قوت تخلیق اور کمال صناعی کا حیرت آفرین مظاہرہ کیا ہے۔ قرآن میں یہ بھی ہے:

ترجمہ :

ہم یہ مثال لوگوں کی خاطر بیان کر رہے ہیں اور انہیں صرف ارباب علم ہی سمجھ سکتے ہیں ۔ (عنکبوت ۔ ۴۳)

قرآن پاک میں ہے، ’’ہم نے زمین پر آدم کو اپنی نیابت کے اختیارات دیئے‘‘یعنی زمین پر آدم اس طرح حاکم ہے کہ وہ زمین میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے اور اس تصرف کی بنیاد پر زمین اور زمین میں موجود تمام اشیاء اور مخلوقات اس بات کی پابند ہیں کہ آدم کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کا ہجرت کے وقت ایک مٹھی مٹی دم کر کے پھینکنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضورؐ پاک کو مٹھی یعنی زمین کے تمام عناصر پر پورا پورا تصرف حاصل تھا۔ جب حضورؐ نے مٹھی مٹی پھینکی اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دشمنوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تو اس کا مطب یہ ہوا کہ مٹی کے عناصر سے جتنی بھی تخلیقات عمل میں آتی ہیں وہ سب متحرک ہو گئیں۔

غار ثور میں جانے کے بعد یہ ضروری تھا کہ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر دشمن کی نظر نہ پڑے اور وہ دین حق کی تبلیغ کے لئے بحفاظت مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ چونکہ زمین پر موجود ہر تخلیق میں مٹی اور مٹی کے عناصر کا عمل دخل ہے اس لئے مٹی کے وہ عناصر جو کیکر کا درخت اگاتے ہیں اور جن سے کبوتر پیدا ہوتا ہے متحرک ہو گئے۔

آدمؑ کو اللہ نے جب نیابت اور خلافت عطا کی اور یہ فرمایا کہ ہم نے آدمؑ کو اپنی تخلیقی صفات کے تمام علوم سکھا دیئے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ آدم بحیثیت نائب اور خلیفہ کے تخلیقی اختیارات استعمال کر کے تصرف کر سکتا ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام چونکہ باعث تخلیق کائنات ہیں اور علم الاسماء کے امین ہیں۔ اس لئے زمین پر کیکر کے درخت اور کبوتر کے انڈوں کی تخلیق عمل میں آگئی۔

دو سردار

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس بنو عامر کا ایک وفد مدینہ آیا اس وفد میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس بھی تھے۔ دونون اپنے قبیلے کے سردار تھے اور حضورؐ سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ دونوں نے سازش کی کہ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کو باتوں میں لگا کر وار کیا جائے۔ حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام سے کہا، ہم آپؐ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے تنہائی میں ملنے سے انکار کر دیا۔ وہ دونوں تنہائی میں بات کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ جب بار بار کی تکرار کے باوجود حضورؐ نے عامر بن طفیل کی بات نہیں مانی تو اس نے کبر و نخوت کے ساتھ کہا:

اللہ کی قسم! میں اس علاقے کو سواروں اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا کہ تمہیں ختم کر ڈالیں۔

یہ دھمکی دے کر وہ غصے سے پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دعا مانگی۔

اے اللہ! عامر بن طفیل کے مقابلے میں میرے لئے تو کافی ہو جا۔

عامر بن طفیل راستہ میں طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا اور اربد بن قیس اونٹ پر سوار ہو کر اسے فروخت کرنے کے لئے نکلا تو آسمان سے بجلی گری جس سے اونٹ اور اربد دونوں ہلاک ہو گئے۔

نگاہ مرد حق آگاہ

غزوہ حنین کے موقع پر شیبہ بن عثمان نے (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تنہا دیکھا تو انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے اپنے والد اور چچا یاد آئے، شیبہ نے سوچا آج انتقام کا اچھا موقع ہے۔ انہوں نے دائیں طرف سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر حملہ کرنا چاہا تو دیکھا کہ حضورؐ کی دائیں جانب حضرت عباسؓ کھڑے ہیں۔ بائیں طرف سے حملے کا ارادہ کیا تو قریب پہنچنے پر ابو سفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب کو بائیں طرف دیکھا۔ وہ پیچھے ہٹ آئے اور پشت سے تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو بھڑکتی آگ کے شعلے درمیان میں حائل ہو گئے، آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ ڈر گئے کہ آگ انہیں اندھا کر دے گی۔ اپنی آنکھو پر ہاتھ رکھ کر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف بھاگے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نہایت سکون اور اطمینا سے کھڑے شیبہ کی یہ تمام حرکات دیکھ رہے تھے۔ جب وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف بھاگے تو حضورؐ نے انہیں بلایا۔ اے شیبہ! اے شیبہ! "میرے قریب آؤ" اور ساتھ ہی حضورؐ نے دُعا

کی۔"اے اللہ شیبہ سے شیطان کو دور فرمادے۔شیبہ بن عثمان نے حضورؐ کی طرف دیکھا تو ان کی دنیا بدل گئی
اور انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز اور پیارے ہو گئے۔

جب چاند دو ٹکڑے ہوا

اعلان نبوت کو آٹھ سال گزر چکے تھے۔ ایک رات ابو جہل ایک بہت بڑے یہودی عالم اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور تلوار لہراتے ہوئے کہا، تم سے پہلے نبیوں نے معجزات دکھائے ہیں تم بھی کوئی معجزہ دکھاؤ۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا، کیا تم معجزہ دیکھ کر ایمان لے آؤ گے۔ بولو! کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ ابو جہل سوچ میں پڑ گیا تو یہودی عالم نے کہا، آسمان پر جادو نہیں چلتا۔ اور ابو جہل نے آسمان کی طرف دیکھا۔ چودھویں کا چاند پوری آب وتاب کے ساتھ آسمان پر چمک رہا تھا۔ ابو جہل نے کہا چاند کے دو ٹکڑے اس طرح کر دو کہ چاند کا ایک ٹکڑا جبل ابو قیس اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر آ جائے۔ رسول اکرمؐ نے انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابو قیس پر اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر نمودار ہوا۔ حضورؐ نے انگشت شہادت سے دوبارہ اشارہ کیا تو چاند کے دونوں ٹکڑے پھر آپس میں مل گئے۔ یہودی عالم یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آیا۔ مگر ابو جہل نے کہا، ''محمدؐ نے جادو سے ہمارے نظر باندھ دی ہے۔'' شق القمر کی گواہی قافلے کے مسافروں نے بھی دی جو مکہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔

☆☆☆

اجرام فلکی میں سے چاند، زمین سے قریب ترین ہے۔ زمین سے چاند کا فاصلہ دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے۔ چاند کا قطر کم و بیش اکیس سو میل ہے۔ چاند کے مادے کی مقدار (Mass) زمین کے مادے کی مقدار سے ۸۰ گنا کم بتائی جاتی ہے۔ جبکہ زمین کی کشش ثقل چاند کے مقابلے میں چھ گنا ہے۔

سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ تقریباً پانچ ارب سال پہلے چاند اور زمین ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ شروع میں زمین کو اپنے محور کے گرد گھومنے میں ۴ گھنٹے ۴۵ منٹ کا وقت لگتا تھا، اب ۲۴ گھنٹے میں گھومتی ہے۔

چاند زمین کے گرد گردش کے دوران مختلف مدارج سے گزرتا ہے۔ گردش کے ابتدائی ایام میں چاند کا جتنا حصہ سورج کی روشنی سے منور ہوتا ہے اسے ہلال کہتے ہیں۔ ہر رات اس کے روشن حصہ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۴ دنوں میں چاند پورا ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے اور بالآخر آسمان پر سے غائب نظر آتا ہے۔ یہ پورا چکر تقریباً ساڑھے ۲۹ دنوں میں پورا ہوتا ہے اور ہر ماہ نیا چاند مغربی افق پر نمودار ہو جاتا ہے۔

چاند کی سطح جو انسانی آنکھ سے اوجھل رہتی ہے، مصنوعی سیاروں کی مدد سے اس کی تصاویر حاصل کی گئی ہیں۔ چاند کی یہ سطح زیادہ تر پہاڑوں پر مشتمل ہے۔

انسانی آنکھ سے روشن چاند کی سطح پر نظر آنے والے داغ دھبے دراصل ہموار ریگستانی میدان ہیں جو گرد و پیش کی اونچائیوں سے نیچی سطح پر واقع ہیں اور روشنی کا انعکاس نہ کرنے کی وجہ سے یہ تاریک نظر آتے ہیں۔

اپالو مشن کی پروازوں کے دوران مئی ۱۹۶۷ء میں Orbiter-4 راکٹ سے چاند کے چھپے ہوئے رخ کی تین ہزار کلو میٹر کی بلندی سے تصاویر لی گئیں۔ ان تصویروں میں ۲۴۰ کلو میٹر طویل اور کئی مقامات پر ۸ کلو میٹر چوڑی دراڑ دیکھی گئی ہے۔

چاند کی کشش سے سمندر کی لہروں میں مد و جزر اٹھتے ہیں۔ چاند سورج سے ۴۰۰ گنا چھوٹا ہے۔ زمین کے گرد اپنے بیضوی مدار پر گردش کرتے ہوئے چاند جب زمین کے قریب سے گزرتا ہے اور زمین اور سورج کے بیچ میں آجاتا ہے تب سورج کی روشنی زمین تک نہیں پہنچ پاتی، یہ سورج گرہن ہے۔ چاند گرہن کے وقت زمین سورج اور چاند کے بیچ میں آجاتی ہے۔

روحانی آنکھ سے نظر آنے والا چاند اس کے برعکس ہے جو ٹیلی اسکوپ دیکھتی ہے۔ روحانی آنکھ سے نظر آتا ہے کہ چاند پر پہاڑ جھیلیں، تالاب اور ریگستان ہیں۔ تالاب اور جھیلوں کے پانی میں پارے کا عنصر غالب ہے اور یہ پانی پارے کی طرح چمکدار ہے۔ چاند پر جنات کی مخلوق کی آمد و رفت رہتی ہے۔

چاند کی فضاء میں گیس کی بو ایسی ہے جیسے ویلڈ نگ کرتے وقت بو آتی ہے۔ چاند کی زمین پر چہل قدمی کرتے وقت جسم لطیف محسوس ہوتا ہے۔ اتنا لطیف جو ہوا میں آسانی سے اڑ سکتا ہے۔ لیکن لطیف ہونے کے باوجود جسم ٹھوس ہوتا ہے۔ چاند پر کوئی مستقل آبادی نہیں ہے۔ چاند ایک سیر گاہ ہے جہاں جسم مثالی جا سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی فرد اس وقت تک چاند میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ جسم مثالی سے واقف نہ ہو۔ نہ صرف یہ کہ جسم مثالی سے واقف ہو بلکہ اپنے ارادے اور اختیار سے جسم مثالی کے ساتھ سفر کر سکتا ہو۔

تابع فرمان سورج

حضور علیہ الصلوۃ والسلام خیبر سے ایک منزل کے فاصلے پر صہبا کے مقام پر حضرت علیؓ کی گود میں سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ آفتاب غروب ہو گیا تو حضورؐ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا، ''اے علی! کیا تم نے نماز عصر قائم کر لی ہے؟'' حضرت علیؓ خاموش رہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، ''اے اللہ! علیؓ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا، تو اس کے لئے سورج کو پھیر دے۔'' غروب ہونے والا سورج پلٹ آیا اور زمین پر دھوپ پھیل گئی۔

☆☆☆

قدیم زمانہ میں سورج کی پرستش ہوتی تھی۔ مصریوں نے سورج کو راءیونانیوں نے ہیلیوس اور رومن قوم نے اسے سول کانام دیا ہے۔ کہکشاں میں سورج ایک اوسط درجے کا ستارہ ہے۔ جو کہکشاں کے مرکز سے دو تہائی باہر، دو گھومتے ہوئے دائروں کے درمیان واقع ہے۔ ہماری کہکشاں (Spirel Milky Way Galaxy) کے ارد گرد بیس(۲۰) کہکشائیں ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ کائنات پندرہ یا بیس ارب سال پہلے وجود میں آئی۔ کائنات میں ایک سو ارب کہکشائیں ہیں اور ہر کہکشاں میں ایک سو ارب ستارے ہیں۔

سائنس دان اس پر متفق ہیں کہ کائنات کا تخلیقی مادہ ہائیڈروجن کے ایٹموں پر مشتمل ہے۔ علم فلکیات کے ماہرین نے کائنات کی وسعت کا اندازہ پندرہ ارب نوری سال لگایا ہے۔ روشنی ایک سیکنڈ میں تقریبا تین لاکھ کلو میٹر فاصلہ طے کرتی ہے۔ اس رفتار سے ایک سال میں جتنا فاصلہ روشنی طے کرتی ہے وہ نوری سال کہلاتا ہے۔ سورج ملکی وے گلیکسی(Milky Way Galaxy) کے مرکز سے تیس ہزار نوری سال کے فاصلہ پر ہے۔

قدیم نظریہ کے مطابق زمین کو کائنات میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اہل بابل کا خیال تھا کہ زمین ایک قرص کی مانند ہے جو سمندر کے پانی سے چاروں طرف سے گھری ہوئی ہے اور آسمان پیالے کی مانند چپٹی زمین کے اوپر الٹا رکھا ہوا ہے۔ چاند سورج اور دیگر ستارے زمین کے گرد گھومتے ہیں۔ یونانی فلسفیوں کا خیال تھا کہ آسمان نے ایک کھوکھلے گلوب کی مانند زمین کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور ستارے نگینوں

کی طرح آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ آسمان محور کے اوپر کھڑا ہے جو زمین کے وسط میں گاڑ دیا گیا ہے۔ آسمان روزانہ مغرب کی طرف حرکت کرتا ہے۔

رومی سلطنت کے زوال کے بعد مسلمانوں نے اپنے دور میں علم نجوم اور علم ریاضی کو ترقی دی۔ ستاروں کی رفتار کا صحیح حساب لگایا، رصد گاہیں قائم کیں۔ تاہم کائنات کے بارے میں قدیم نظریات کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔

جدید تحقیقات کی روشنی میں جو کائنات آج ہمارے سامنے ہے وہ پرانے زمانے یا قرون وسطی کی تحقیق سے بہت مختلف ہے چونکہ تحقیق و تلاش اور تفکر کا عمل جاری ہے اس لئے آئندہ کائنات کی تصویر اس سے بالکل مختلف ہوگی جو آج ہمارے سامنے ہے۔

علم فلکیات کی بنیادی معلومات یہ ہیں کہ سیارے، ستاروں کے گرد گردش کرتے ہیں۔ ستارے (Stars) اپنے نور سے منور ہیں اور سیارے (Planets) روشنی کے انعکاس کی وجہ سے نظر آتے ہیں۔

سیاروں کو بحیثیت سرد اجسام کے شناخت کیا گیا ہے۔ سورج اپنے (۹) معلوم سیاروں اور ان کے چاندوں، ڈیڑھ ہزار سے زائد سیارچوں (Astroids) ان گنت دم دار تاروں (Comets) اور بے شمار شہابیوں کے ہمراہ ملکی وے گلیکسی کے مرکز کے اطراف گھوم رہا ہے۔ ایک چکر مکمل کرنے کے لئے بیس کروڑ سال کا عرصہ لگتا ہے۔ گیسوں کا مرکب ہونے کی وجہ سے سورج کی محوری حرکت یکساں نہیں ہے۔ خط

استواء پر اپنے محور پر سورج ۲۷ دن میں ایک چکر پورا کرتا ہے۔ جبکہ قطبین پر اس کا چکر ۳۴ دن میں پورا ہوتا ہے۔ سورج کے گرد اس کے سیارے بیضوی مدار (Elliptical Orbits) میں حرکت کر رہے ہیں۔

سائنسدانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ سورج کی سطح کا قطر آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار میل سے زیادہ ہے۔ درجہ حرارت ۶۰۰۰ درجہ سینٹی گریڈ ہے۔ ٹیلی اسکوپ کی مدد سے سورج کی سطح پر داغ دیکھے گئے ہیں اوسطاً گیارہ سال کے بعد سورج کے دھبے بڑی تعداد میں ظاہر ہوئے ہیں۔ سورج کے دھبوں کا مرکزی حصہ امبرا کہلاتا ہے۔ یہ چھ ہزار چار سو درجے فارن ہائیٹ درجہ ٔحرارت کا حامل ہوتا ہے۔ اس کے اطراف کا حصہ کم سیاہ نظر آتا ہے۔ یہاں کی سفید گرم گیسوں کی تپش ۱۱۰۰۰ درجے فارن ہائیٹ ہے۔ یہ شدید مقناطیسی طاقت کے مقامات ہیں۔ تین سو ۱۰۰۰ کلو میٹر کی رفتار سے برقیار ذروں کی حامل شمسی ہوا زمین کے قطبین کے مابین قائم مقناطیسی میدان میں جب داخل ہوتی ہے تو شمسی ہوا کے برقیار ذرے زمین کے مقناطیسی میدان سے تعامل کرتے ہیں اور روشنی کی چمکدار لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ جنہیں انوار قطبی یا ارورا (Aurorae) کہتے ہیں۔

نظام شمسی میں گردش کرنے والے اجرام کو سورج کی توانائی (Radiant Energy) منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ماہرین کے معلوم کردہ نو سیارے اپنے چاندوں کے ہمراہ انٹی کلاک وائز (Anti Clock Wise) سورج کے گرد اپنے اپنے مداروں میں گردش کر رہے ہیں۔ زمین سے سورج کا فاصلہ نو کروڑ تیس

لاکھ میل ہے۔ زمین سورج کے گرد ۳۰ کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔ سورج کے اطراف اپنی مدار میں زمین کا ایک چکر، ایک سال میں پورا ہوتا ہے۔ اس گردش سے زمین پر موسم تبدیل ہوتے ہیں۔ سورج کے گرد گھومنے کے ساتھ ساتھ زمین اپنے محور پر گھوم رہی ہے۔ یہ محوری گردش ۲۳ گھنٹے اور ۵۶ منٹ میں مکمل ہوتی ہے۔ محوری گردش دن کو رات سے بدل دیتی ہے اور رات کو دن میں تبدیل کر دیتی ہے۔ زمین کا جو حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور جو حصہ سائے میں ہوتا ہے وہاں رات کا اندھیرا پھیل جاتا ہے۔

سائنس دانوں کی تحقیق و تلاش اور زمین اور سورج کے بارے میں ان کے نظریات سے اس لئے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ زمانے کی تحقیق و تلاش اور قرون وسطی کی تحقیق و تلاش مختلف ہے اور آئندہ اور زیادہ مختلف ہو گی۔ لیکن سائنس نے جتنی تحقیق و تلاش کی ہے اس کا سہرا بلاشبہ سائنس دانوں کے سر پر سجا ہوا ہے۔ سائنس جو کچھ کہتی ہے اس کا تعلق مادیت کے زیر اثر مشاہدے سے ہے۔ جیسے جیسے تلاش آگے بڑھتی ہے اور اس تلاش میں تفکر گہرا ہوتا ہے تو مشاہدات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ جب ہم نظریاتی مشاہدے کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ مادی وسائل کو بروئے کار لا کر کسی چیز کو سمجھا گیا ہے۔ یعنی جو چیز بھی دیکھی گئی اس کے دیکھنے کے عمل میں مادیت کا عمل دخل ہے جبکہ مادیت بجائے خود ایک مفروضہ ہے مراد یہ نہیں کہ کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ نتیجہ ضرور مرتب ہوتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نتائج میں حقائق کا

کتنا عمل دخل ہے اور حقیقت ثابتہ پر سے کتنا پردہ اٹھا ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ لکڑی کو جب سلگایا جاتا ہے تو آگ بن جاتی ہے۔ لیکن جب ہم لکڑی کی پیدائش پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ زمین کے اوپر موجود ہر شے اور لکڑی کی تخلیق میں براہ راست پانی کا غالب عمل دخل ہے۔

پانی جو بجھانے والی شے سمجھی جاتی ہے اس کے اندر بھی آگ کا عنصر ہے۔ سائنسی ایجاد اور ترقی سے انکار نہیں لیکن یہ بات بہر حال اپنی جگہ اہم ہے کہ سائنسی تحقیق و تلاش کا رجحان جس قدر فکشن کی طرف ہے اس کا عشر عشیر بھی حقیقت کو پانے کے لئے نہیں ہے۔

زمانہ قدیم کے ماہرین فلکیات ہوں یا زمانہ ءجدید کے ماہرین ان کا کہنا ہے کہ سورج میں روشنی ہے، تپش ہے۔ علمائے باطن کہتے ہیں کہ سورج میں روشنی نہیں ہے۔ اصل میں زمین روشن ہے۔ زمین محوری اور طولانی حرکت میں گردش کر رہی ہے۔ روشن زمین کا انعکاس سورج کے اوپر ہوتا ہے اور سورج کا یہ انعکاس دھوپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

ترجمہ:

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی اور قسم ہے چاند کی جب سورج کے پیچھے آئے اور قسم ہے دن کی جب ظاہر کرے اس کو اور رات کی جب ڈھانک لے اس کو ۔ (الشمس ۱۔۴)

زمین ایک گلوب ہے جو اپنے مدار پر ہر وقت متحرک رہتا ہے زمین کے دو وجود ہیں۔ایک وجود ظاہری ہے اور زمین کا دوسرا وجود باطنی ہے ۔ زمین کا باطنی وجود ایسی ماورائی لہروں سے بنا ہوا ہے جو براہ راست نور سے فیڈ ہوتی ہیں ۔ یہ روشنیاں ماورائے بنفشی شعاعوں سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ کسی بھی مادی وسیلے سے نظر نہ آنے والی روشنیاں سورج کے اوپر منعکس ہوتی رہتی ہیں۔ سورج ایک ایسا سیاہ طباق ہے یا توے کی طرح ہے جس میں اتنی تاریکی اور سیاہی ہے کہ دنیا میں لاکھوں سال میں رائج الفاظ میں اس تاریکی کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔اس سیاہ توے یا سورج پر جب لطیف روشنیاں پڑتی ہیں تو سورج سے منعکس ہو کر زمین پر آتی ہیں اور یہی وہ روشنی ہے جس کو دھوپ کہتے ہیں۔

شعوری دنیا کے اوپر تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ زمینی دنیا میں ہر مخلوق دو شعور رکھتی ہے یا دو حواس رکھتی ہے یا زندگی گزارنے کی دو طرزیں متعین ہیں۔ حواس کی ایک قسم یہ ہے کہ آدمی

کھلی آنکھوں، حاضر اور غیر حاضر دماغ اور مادی وجود کی حرکت کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ زندگی گزارنے کی دوسری طرز یہ ہے کہ ہر مخلوق بند آنکھوں، غیر حاضر دماغ اور جسمانی اعضاء کی حرکت کے بغیر زندگی گزارتی ہے اور ان دونوں زندگیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مخلوق جو زندگی شعور میں گزرتی ہے اس کو اللہ تعالی نے نہار یا دن کہا ہے اور مخلوق جو زندگی شعور سے باہر ہو کر گزارتی ہے اس کو قرآن نے لیل یا رات کہا ہے۔

باطن الوجود میں ایک ایجنسی ہے جو اطلاعات کو قبول کرتی ہے۔ تبدیل کرتی ہے یا رد کر دیتی ہے۔ ایجنسی جس پر اطلاعات میں معانی پہنانے کا دار و مدار ہے جب شعوری حواس کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کی نگاہ ان کو دیکھتی ہے اور جب معانی پہنانے والی ایجنسی پر شعور کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے اور لاشعوری تحریکات شروع ہو جاتی ہیں تو انسان رات دیکھتا ہے۔

آدمی کسی بھی لمحے حواس سے آزاد نہیں ہوتا۔ جب شعوری حواس کا غلبہ نہیں رہتا تو لاشعوری حواس غالب ہو جاتے ہیں۔

ترجمہ:

۱۔ ہم داخل کرتے ہیں رات کو دن میں اور داخل کرتے ہیں دن کو رات میں۔

۲۔ اور ہم نکالتے ہیں رات کو دن میں سے اور نکالتے ہیں دن سے رات ۔

۳۔ ہم ادھیڑتے ہیں رات پر سے دن کو ۔

اللہ تعالی کے ان ارشادات میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ رات اور دن دو حواس ہیں یعنی ہماری زندگی دو حواسوں میں سفر کرتی ہے۔ایک حواس کا نام دن ہے دوسرے حواس کا نام رات ہے۔دن کے حواس میں ہم زمان و مکاں کے پابند ہیں اور رات کے حواس میں ہم زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات پر حاکمیت عطا کی ہے۔حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ دن،رات،چاند،سورج اور ستاروں پر بھی سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام حکمراں ہیں۔

ترجمہ:

اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب ستارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں ۔ اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (النحل۔۱۲)

ترجمہ:

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے اور اسی نے کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے او روہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا۔ بے شک اللہ لوگوں کے حق میں بڑا شفیق اور رحیم ہے۔ (الحج ۔۶۵)

ترجمہ:

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر رکھی ہیں اور انسانوں میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر ا سکے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو یا ہدایت ہو یا کوئی روشنی دکھانے والی کتاب ہو ۔ (لقمٰن۔۳۰)

ترجمہ:

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار ہو ۔ اس نے آسمانوں اور زمین کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، سب کچھ اپنے پاس سے اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔ (الجاثیہ۔۱۳۔۱۲)

حضرت علیؓ کی نماز قضا ہوئی اور ابو جہل اور یہودی عالم نے شق القمر کے معجزے کے بارے میں کہا تو حاکم کائنات سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے ان اختیارات کا استعمال کیا جو اللہ نے انہیں سورج کو مسخر کرنے، چاند کو مسخر کرنے اور کائنات کو مسخر کرنے کے لئے عطا فرمائے ہیں۔

پہاڑ نے حکم مانا

حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایک بار کوہ نبیر پر تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ تھے۔ کوہ نبیر ہلنے لگا یہاں تک کہ اس کے پتھر لڑھک کر دامن کوہ میں جا گرے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کوہ نبیر کو ٹھوکر لگا کر فرمایا، اے نبیر! ساکن رہ، تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان سنتے ہی کوہ نبیر ساکت ہو گیا۔

زمین کی تخلیق سے متعلق دو نظریات ہیں۔ ایک نظریہ کے مطابق زمین ابتدا میں سورج کا حصہ تھی، جو ایک ٹکڑے کی طرح اچھل کر سورج سے علیحدہ ہو گئی۔ دوسرا نظریہ بگ بین کی تھیوری ہے۔ دونوں نظریات کے مطابق زمین نے رفتہ رفتہ بیضوی شکل اختیار کر لی ہے۔

قطبین اور خط استوا پر کرہ ارض کا ڈایا میٹر الگ الگ ہے۔ خط استوا پر زمین کا ڈایا میٹر ۱۲۷۵۶ کلو میٹر ہے اور قطبین پر زمین کا ڈایا میٹر ۱۲۷۱۴ کلو میٹر ہے۔ زمین ۲۳.۵ ڈگری زاویے پر جھکی ہوئی ہے اور تقریبا

۲۴ گھنٹوں میں گھوم جاتی ہے۔اس گردش سے دن رات وجود میں آتے ہیں۔زمین سورج کے گرد ایک چکر ایک سال میں پورا کرتی ہے اور اس حرکت سے موسم تبدیل ہوتے ہیں۔ زمین کی ساخت، جھکاؤ، پھیلاو، گردش اور ترتیب و توازن، قدرت معین کردہ مقداروں کا بہترین شاہکار ہے۔ سائنس دانوں کے خیال میں اگر زمین کا جھکاؤ ۲۵ ڈگری پر ہوتا تو قطبین پر جمی ہوئی برف پگھل کر سمندروں میں آجاتی اور اگر جھکاؤ ۲۲ ڈگری ہوتا تو یورپ قطب شمالی کی طرف سے ڈھک جاتا۔ زمین محوری گردش ۲۴ گھنٹے میں پوری کرتی ہے۔اگر زمین محوری گردش ۳۰ گھنٹوں میں پوری کرتی تو تیز ہوائیں چلتیں اور ان طوفانی ہواؤں سے زمین صحرا میں تبدیل ہو جاتی۔اگر محوری گردش کا دورانیہ ۲۴ گھنٹوں کی بجائے ۲۰ گھنٹے ہوتا تو زمین خشک اور بنجر بن جاتی۔زمین کے اندر ایک سیال مادہ ہے۔جس کے ارد گرد مختلف اقسام کی ٹھوس تہیں ہیں۔زمین کے قطر کا اکثر حصہ پگھلی ہوئی دھاتوں اور چٹانوں پر مشتمل ہے۔

ماہرین ارضیات کے مطابق زمین پر ہر سال کم و بیش دس لاکھ زلزلے آتے ہیں۔زیادہ زلزلے غیر آباد علاقوں میں آتے ہیں۔ تقریباً چالیس ہزار زلزلے سائنسی آلات کے بغیر انسان محسوس کر سکتا ہے۔

آتش فشانی زلزلے زمین کے نیچے ابلتے ہوئے سیال مادے کے باہر نکلنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ گرم لاوا دہانے کے گرد مخروطی شکل کا تودہ بنا دیتا ہے۔اسے آتش فشاں پہاڑ کہتے ہیں۔زمین کے اندر گرم سیال مادہ زمین کی اوپری سطح کی طرف آتا رہتا ہے۔جب کسی طرح سے پانی اس مادہ تک پہنچ جائے تو وہ بھاپ

بن جاتا ہے۔آتش فشاں سے نکلنے والے بخارات میں سب سے زیادہ کثرت بھاپ کی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھاپ ہی وہ بنیادی اور متحرک قوت ہے جو دوسرے مادوں اور گیسوں کو زور سے باہر دھکیلتی ہے۔ ان مادوں میں کلورین گندھک، پگھلا ہوا لوہا اور گیسوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ عام ہے۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ زلزلہ کی آمد سے قبل ارضی تہوں میں لہریں اور آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو انسان نہیں سن سکتا۔ جانور مثلاً چوپائے، پرندے، مچھلیاں اور حشرات الارض سن لیتے ہیں اور ان کے رویوں میں غیر معمولی تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ زلزلے کی قوت اور تباہ کاری کے پیمائش سیز مو گراف یا زلزلہ نگار نامی آلے سے کی جاتی ہے۔ یہ آلہ زلزلہ کے مرکز سے چاروں جانب پھیلنے والی لہروں کو ریکارڈ کرتا ہے۔ایک درجہ زلزلہ کا جھٹکا صرف چند لوگ محسوس کر سکتے ہیں جبکہ بارہ درجے کا زلزلہ انتہائی شدید اور تباہ کن ہوتا ہے فلک بوس عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن جاتی ہیں۔بھاری بھر کم اجسام ہوا میں گیند کی طرح اچھلتے دکھائی دیتے ہیں۔ زمین پر اس جھٹکے کی لہر واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

نقصان کے ساتھ ساتھ زلزلوں کے روشن پہلو بھی ہیں۔ گرم پانی کے معدنی چشمے زلزلوں کا تحفہ ہیں۔ شفا بخش اثرات کے حامل ان چشموں کا پانی بہت سے مریضوں کے لئے آب حیات ثابت ہوا ہے۔ زلزلوں سے معرض وجود میں آنے والی جغرافیائی تبدیلیوں سے چٹانوں کے نشیب و فراز بدل جاتے ہیں اور

آبشار اور جھرنے زمین کی رونق میں اضافہ کرنے لگتے ہیں۔ زلزلوں سے زمین کے اندر سے بہت سی کارآمد معدنیات سطح زمین پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

سورہ رحمن میں ہے۔

اے گروہ جنات اور گروہ انسان ! تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ ' تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔

سلطان کا مطلب چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ کوئی انسان زمینی شعور میں رہتے ہوئے چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کر لے تو وہ زمینی شعور سے باہر نکل سکتا ہے۔ آسمانی دنیا کو پہچاننے کے لئے سات مزید شعوروں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب انسان ان سات شعوروں کی پہچان کر لیتا ہے تو وہ اللہ کی صفات کا عارف بن جاتا ہے۔ صفات کا عرفان حاصل کرنے کے لئے سالک تیرہ شعوروں سے گزرتا ہے۔

شعور کی طاقت کا دارومدار زمان پر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بورڈ کے اوپر گھڑی بنی ہوئی ہے، گھڑی کے درمیان سوئی لگی ہوئی ہے۔ گھڑی میں بارہ ہندسے بنے ہوئے ہیں۔ ایک سے بارہ تک ہندسے اسپیس ہیں اور گھڑی کا گھومنا ٹائم ہے۔ اگر سوئی کو اتنی رفتار سے گھمادیا جائے کہ وہ پلک جھپکنے سے پہلے چھ کے ہندسے پر پہنچ جائے تو زمین پر موجود شعور جو اسپیس میں بند ہے، پردے میں چلا جائے گا اور انسان کو وہ

سلطان حاصل ہو جائے گا جس سلطان کے ذریعہ وہ زمین کے کناروں سے باہر نکل سکتا ہے اور جب سوئی کو اس طرح گھمادیا جائے کہ وہ پلک جھپکنے کے وقت سے پہلے بارہ پر پہنچ جائے تو انسان کو وہ سلطان حاصل ہو جائے گا جس ے ذریعہ وہ زمین اور آسمان کے کناروں سے باہر نکل جاتا ہے۔اس کے برعکس اگر سوئی جو بارہ پر قائم ہے۔اچھل کر ایک پر آجائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اسے وہ شعور حاصل ہو گیا جو وہ پیدائش سے لے کر موت تک استعمال کرتا ہے۔اگر سوئی بارہ کے ہندسے سے بہ یک وقت دو پر آجائے تو انسان کو وہ شعور حاصل ہو جاتا ہے جو اسے خواب دکھاتا ہے۔اگر سوئی بہ یک وقت بارہ سے اچھل کر تین پر آجائے تو اسے مراقبہ کا شعور حاصل ہو جاتا ہے اگر سوئی بہ یک وقت چار پر آجائے تو اسے وہ شعور حاصل ہو جاتا ہے جس کو وحی کہتے ہیں اور وہی وحی ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی۔اگر بارہ کے ہندسے پر قائم سوئی اتنی تیزی کے ساتھ حرکت کرے کہ وہ ایک دم پانچ پر آجائے تو انسان کے اوپر کشف کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اگر یہی سوئی یکدم چھ پر آجائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے اندر وہ صلاحیت پیدا ہو گئی ہے جس کو قرآن نے سلطان کہا ہے۔یعنی اب انسان زمین کے کناروں سے باہر دیکھ سکتا ہے۔زمین کے کناروں سے باہر دیکھنے کی صلاحیت کے حامل سالک کے اندر اگر بارہ پر قائم سوئی بہ یک وقت سات پر آجائے تو اس کے اندر پہلے آسمان کا شعور پیدا ہو جاتا ہے اعلی ہذاالقیاس اسی طرح سات آسمانوں کو وہ دیکھ لیتا ہے اور سات آسمانوں میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے۔اللہ کریم نے فرمایا ہے:

ترجمہ:

ہم نے آسمان اور زمین کو تہہ در تہہ بنایا ہے۔

سورہ الطارق میں ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ:

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم بھی انہی کی مانند ہے۔

سورۃ المومنون آیت نمبر ۱۷ میں ہے:

ترجمہ:

اور تمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے۔ تخلیق کے کام سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔

تہہ در تہہ سے مراد دراصل وہ شعوری صلاحیتیں ہیں جو اللہ نے انسان کو ودیعت کی ہیں۔ سات تہوں والے آسمانوں یا زمین سے مراد یہ ہے کہ ہر تہہ ایک مکمل نظام ہے اور ہر نظام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ایسا ضابطہ حیات جس کا ایک دوسرے سے تصادم نہیں ہوتا۔ ان سب کا رشتہ خالق کائنات کے ساتھ قائم ہے۔ تمام چیزیں جو سات آسمانوں میں اور زمینوں میں ہیں سب اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں اور مخلوقات اس بات کا علم رکھتی ہیں کہ ہمارا خالق اللہ ہے اور اس علم پر یقین رکھتے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہیں اور شکر ادا کرتی ہیں۔ اربوں کھربوں سے زیادہ ان چیزوں یا مخلوقات میں سے کوئی ایک مخلوق

بھی اللہ کی خالقیت سے انحراف کرے تو نظام میں خلل واقع ہو جائے گا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ تمام چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی حمد بیان کرتی ہیں یعنی اللہ کی خالقیت سے انحراف نہیں کرتیں۔

قانون یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو وہ ماضی سے آتا ہے اور جب وہ دوبارہ ماضی میں پلٹتا ہے تو سوئیوں کی گردش (Reverse) ہو جاتی ہے۔ جب تک انسان چھ دنیاوی شعور یا چھ دائروں میں رہتا ہے اسکے اوپر مکانیت (Space) کا غلبہ رہتا ہے اور جب انسان چھ شعوروں سے نکل کر ساتویں شعور میں داخل ہوتا ہے تو گیارہویں شعور تک اس کے اوپر زمانیت (Time) کا غلبہ رہتا ہے، مکانیت مغلوب ہو جاتی ہے۔

زمین آسمان میں موجود ہر شے شعور رکھتی ہے۔ وہ اس بات سے واقف ہے کہ رحمۃ اللعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کائنات کی ہر شے محکوم ہے۔ پہاڑ کے اوپر جیسے ہی سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے گئے تو محکوم پہاڑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاری و ساری حاکمیت کے رعب سے ملنے لگا۔ یعنی اس پر زلزلہ آگیا۔ زلزلہ کے معنی ہیں زور سے ہلا دینا۔

ترجمہ:

جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکلا کر باہر ڈال دے گی ۔(الزلزال)

ترجمہ:

جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا ۔ تو کوئی اس کے واقع ہونے کو جھٹلانے والا نہ ہو گا ۔ وہ تہہ و بالا کر دینے والی آفت یکبارگی ہو گی ۔ زمین اس وقت ےکبار گی ہلا ڈالی جائے گی اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ ہو جایں گے جیسے ازتا ہو ا غبار ۔ (الواقعہ)

پہاڑ میں شعور ہے۔ قرآن پاک اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔

ترجمہ:

اور ہم نے اپنی امانت پیش کی آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر ، سماوات ، ارض اور پہاڑون نے کہا کہ ہم اس امانت کے متحمل نہیں ہو سکتے ۔

کسی چیز کے بارے میں انکار یا اقرار اس بات کی علامت ہے کہ اس شے کے اندر شعور ہے۔ جس طرح کوئی ایک فرد اپنے شعور کو نہیں دیکھ سکتا اور شعور کی مزاحمت یا شعور کی پسندیدگی کا وزن محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح ہم پہاڑوں کو وزنی اور جما ہوا دیکھتے ہیں۔

ترجمہ:

تم دیکھتے ہو پہاڑ اور گمان کرتے ہو کہ یہ جمے ہوئےہیں۔ حالانکہ پہاڑ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔

یعنی پہاڑ کثیف مادے پر قائم نہیں ہے۔ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ٹھہر جا تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں تو پہاڑ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور وہ ہلنے اور لرزنے سے رک گیا۔

پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موم ہو گئے

قلندر بابا اولیاء نے فرمایا:

ایک نجومی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔

نجومی نے عرض کیا:

اگر آپ کے پیر کے نیچے پہاڑ موم کی طرح نرم ہو جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر، پیر اٹھا کر پہاڑ پر رکھا تو پہاڑ نرم ہو گیا۔ نجومی نے آسمان کی طرف دیکھا اور ایمان لے آیا۔

نجومی نے بتایا آسمان پر ایک ستارہ ایسا ہے کہ جب وہ کسی کے سر پر سایہ فگن ہوتا ہے تو اس شخص کے پیر کے نیچے پہاڑ موم بن جاتا ہے۔ اس مقام تک ستارہ کو پہنچنے میں ایک لاکھ سال کا وقفہ چاہیے تھا۔ میں نے دیکھا کہ جیسے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر اٹھا کر پہاڑ پر رکھا ستارہ تیزی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آگیا اور واپس چلا گیا۔

سنگریزوں نے کلمہ پڑھا

ایک دوپہر حضرت عثمان غنی سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی وہاں موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، تجھے کیا چیز ے یہاں لائی؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور رسول کی محبت اس سے قبل حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کے استفسار پر یہی جواب دے چکے تھے۔ اسکے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سات یا نو کنکریاں ہاتھ میں لیں تو ان کنکریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درست مبارک میں تسبیح پڑھی جس کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کنکریاں علیحدہ علیحدہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھوں میں دیں تو کنکریوں نے سب کے ہاتھوں میں تسبیح پڑھی۔

☆☆☆

آوازیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آواز آپس میں رابطے کا ذریعہ اور معلامت کے تبادلے کا ایک طریقہ ہے۔ آواز کی بدولت ہم بہت سی چیزوں کو جانتے ہیں اور بہت سی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ درختوں میں بیٹھی چڑیوں کی چہچہاہٹ، پنگوڑے میں کھیلتے بچوں کی کلکاریاں، گلی میں پھیری والے کی صدا،

کارخانے میں متحرک مشینوں کی گڑگڑاہٹ اور لاتعداد دوسری آوازیں ہماری سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی آوازیں ایسی بھی ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ یہ آوازیں ہماری سماعت سے ماوراہیں۔

پیچیدہ امراض کی تشخیص و علاج، صنعت و حرفت اور تحقیق و تلاش کے لئے الٹرا ساونڈ ویوز کا استعمال اب عام ہو گیا ہے۔ صدائے بازگشت کے اصول اور آواز کے ارتعاش کی بنیاد پر یہ لہریں کام کرتی ہیں۔ یہ لہریں مادے کی مختلف حالتوں کے درمیان امتیاز کر سکتی ہیں۔

سائنس نے انکشاف کیا ہے کہ انسان کی سماعت کا دائرہ، بیس ہرٹز سے بیس ہزار ہرٹز 20 (Hertz) فریکوینسی تک محدود ہے۔ جبکہ ورائے صوت موجوں کی فریکوینسی بیس ہزار ہرٹز (Hertz) سے دو کروڑ ہرٹز (Hertz) تک ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہماری کان ان آوازوں کو نہیں سن سکتے۔

موجوں کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ایک وہ جن میں ذرات سکڑتے اور پھیلتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور دوسرے وہ جو آگے بڑھتے ہوئے اوپر نیچے حرکت کرتی ہیں۔ موجوں کی اقسام کی تقسیم فریکوینسی اور طول موج کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

موج مخصوص فاصلہ کو اوپر نیچے حرکت کرتے ہوئے طے کرتی ہے۔ یہ اس کا طول موج کہلاتا ہے ۔طول موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی ہے اور ایک حرکت نیچے کی جانب ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ اوپر اورایک مرتبہ نیچے، دونوں حرکتیں مل کر ایک چکر (Cycle) پورا کرتی ہیں اور ایک سیکنڈ میں کسی موج کے

جتنے سائیکل گزر جاتے ہیں۔ وہ موج کی فریکوینسی کہلاتی ہے۔ طول موج زیادہ ہو تو فریکوینسی کم ہوتی ہے۔ جبکہ طول موج کم ہونے کی صورت میں فریکوینسی زیادہ ہوتی ہے۔

ریڈیائی لہریں کم فریکوینسی کی برق مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں اور ٹی وی نشریات زیادہ فریکوینسی کی برق مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں۔ برق مقناطیسی لہروں کو آواز کی موجودں کی طرح سفر کرنے کے لئے بڑھتی رہتی ہیں اور خلا میں آگے بڑھنے میں انہیں دقت پیش نہیں آتی۔

فریکوینسی اگر بہت بڑھ جائے تو موجیں شعاعیں بن جاتی ہیں۔ جو سیدھی چلتی ہیں۔ کم طول موج اور زیادہ فریکوینسی ہونے کی وجہ سے ان لہروں کی کسی چیز میں سے گزر جانے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز ہماری حمد و ثنا بیان کرتی ہے۔ یعنی کائنات میں موجود ہر شے بولتی، سنتی اور ایک دوسرے کو پہنچانتی ہے۔

ترجمہ:

ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں اللہ کی عظمت بیان کر رہی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں ہمیں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو ۔(بنی اسرائیل)

کائناتی قانون کے مطابق ہر چیز بولتی ہے۔ سنتی ہے اور محسوس کرتی ہے۔ کنکریوں نے جب کلمہ پڑھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کنکریاں اس بات کا شعور و شہود رکھتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ حضور عالمین میں موجود ہر شے کے لئے رحمت ہیں۔ رحمت اللعالمین ہونے کی حیثیت سے کائنات کا ہر ذرہ اس بات سے واقف ہے کہ ہماری بقا کا انحصار سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت کے اوپر ہے۔

حق آگیا اور باطل مٹ گیا

مکہ فتح ہونے کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرام کے ساتھ خانہ کعبہ میں حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کیا۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آیت پڑھی،

ترجمہ:

حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹ جانا ہی تھا۔

یہ آیت پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گر جاتا تھا۔

روحانی دنیا کا ادراک ہوتا ہے تو بے شمار حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں ایک انکشاف یہ بھی ہے کہ ہر مخلوق کی تخلیق میں گراف کی بڑی اہمیت ہے۔ کسی بھی خوردبین (Micro Scope) سے نظر نہ آنے والے چھوٹے چھوٹے چوکور خانے تخلیق میں بنیاد یا بساط کا کام کر رہے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے نظر نہ آنے والے چوکور خانوں کو ہم تانا بانا کہتے ہیں۔

مثال:

ڈرائنگ روم میں قالین بچھا ہوا ہے۔ قالین کے اوپر شیر بنا ہوا ہے۔ قالین کے اوپر یہ شیر دراصل ان نظر نہ آنے والے خانوں کی تقسیم در تقسیم ہے۔ اس کو اور زیادہ واضح طور پر سمجھنے کے لئے گراف پیپر کو سامنے رکھئے۔ گراف پیپر میں چھوٹے چھوٹے چوکور خانوں پر اس طرح پنسل پھیریئے کہ ناک بن جائے، کان بن جائے، آنکھ بن جائے، تو گراف پیپر پر آپ کو تصویر بنی ہوئی نظر آئے گی۔ اب ہمارے سامنے تین صورتیں ہیں۔ ایک چوکور خانہ یعنی طولاً عرضاً لکیریں، جب ہم طولاً عرضاً لکیریں فاصلہ کا تعین کئے بغیر کاغذ پر کھینچتے ہیں تو ہمیں چھوٹے چھوٹے خانوں کا ایک جال نظر آتا ہے۔ اس جال پر جب پنسل سے تصویر کشی کی جاتی ہے تو تصویر واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے اور خانے غیر واضح اور غیر نمایاں ہو جاتے ہیں۔

یہ ساری زمین مفرد اور مرکب لہروں سے بنی ہے۔ جب مفرد لہریں غالب ہوتی ہیں تو کشش ثقل لہروں کے غلبہ کے مناسبت سے کم ہو جاتی ہے یا اس کی نفی ہو جاتی ہے اور جب مفرد لہر کے ساتھ ایک اور لہر مل جاتی ہے تو پھر کشش ثقل کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس عمل کو مرکب لہروں کا نام دیا جاتا ہے۔

مفرد اور مرکب لہروں میں نور اور روشنی کا اجتماع ہے۔ نور اور روشنی کا یہ اجتماع حرکت ہے یعنی حرکت خلا میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ وہ اپنا تعین دو طرح سے کرتی ہے۔ ایک مفرد لہر سے اور دوسرے مرکب لہر سے۔ لہریں خلا میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ نہ تو وہ ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔ یہی لکیریں مادی اجسام کو الگ الگ کرتی ہیں اور اور یہی لکیریں مادی اجسام میں ایک دوسرے کی شناخت کا ذریعہ ہیں۔

موالید ثلاثہ یعنی مادی عناصر سے بننے والی مخلوق مرکب لہروں کی مخلوق ہے۔ لیکن ہر مخلوق کی بنیاد اور حرکت مفرد لہر ہے۔ اگر مفرد لہر نہیں ہو گی تو مرکب لہر نہیں ہو گی۔

سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام تخلیق کائنات کا راز داں ہیں۔ اسرار کن فیکون کے فارمولوں کے ماہر ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حق آیا گیا اور باطل مٹ گیا" پڑھ کر چھڑی سے بتوں کی طرف اشارہ کیا تو مفرد اور مرکب دونوں لہروں کا نظام ٹوٹ گیا۔ نتیجہ میں بت اوندھے منہ گر کے ریزہ ریزہ ہو گئے۔

درخت کی گواہی

مکہ میں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص جنات سے ملاقات کرنا چاہتا ہے وہ آج رات میرے پاس آجائے۔ابن مسعودؓ کے سوا اور کوئی نہیں آیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ساتھ لے کر مکہ کی ایک اونچی پہاڑی پر پہنچے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصار کھینچ کر فرمایا کہ تم حصار سے باہر نہ آنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح گھیر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیچ چھپ گئے۔جنات کے گروہ نے کہا کہ تمہارے پیغمبر ہونے کی کون گواہی دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ درخت گواہی دیگا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت سے پوچھا میں کون ہوں۔ درخت نے گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فرستادہ بندے اور آخری نبی ہیں۔ یہ دیکھ کر سارے جنات ایمان لے آئے۔

ہر جسمانی وجود کے اوپر ایک اور جسم ہے۔ اس جسم کو علمائے باطن ہیولی کہتے ہیں۔ روحانی آنکھ اس جسم کے طول و عرض اور جسم میں تمام خدوخال ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، دماغ کا بھی مشاہدہ کرتی ہے۔ نہ صرف مشاہدہ کرتی ہے بلکہ ان کے اندر روشنیوں کے ٹھوس پن کو بھی محسوس کرتی ہے۔

تخلیق کا قانون ہمیں بتاتا ہے کہ پہلے روشنیوں سے بنا ہوا جسم تخلیق ہوتا ہے۔ پھر مادی وجود کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔ لیکن دونوں میں ٹھوس پن موجود ہے۔ ہم مفرد اور مرکب لہروں کی وضاحت کر چکے ہیں۔ مفرد لہر ایسی حرکات کا مجموعہ ہے جو ایک سمت سے دوسری سمت میں جاری وساری ہے۔ اگر مخالف سمت سے ایک سمت سے دوسری سمت لہر مفرد لہروں میں پیوست ہو جائے اور اس کے اوپر نقش و نگار بن جائیں تو اس کا نام انسان اور انسان کی دنیا ہے۔ لیکن اگر مفرد لہریں ایک دوسرے سے پیوست ہو جائیں اس طرح کہ پیوست بھی رہیں اور فاصلہ بھی ختم نہ ہو اور اس بساط پر نقش و نگار بن جائیں تو اس کا نام جنات اور جنات کی دنیا ہے مطلب یہ ہوا کہ مفرد لہروں کی اوپر نقش و نگار یعنی آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ کی دنیا، جنات کی دنیا ہے اور مرکب لہروں پر نقش و نگار یعنی ہاتھ، پیر اور دوسری اعضا اگر نقش ہوں تو مادی وجود کی دنیا ہے۔

مادی وجود کی دنیا میں جس طرح انسان کے علاوہ اور بے شمار مخلوقات ہیں۔ اسی طرح جنات کی دنیا میں بھی زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور وہ تمام مخلوقات موجود ہیں جو ہمیں زمین پر نظر آتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ انسان مرکب لہروں کی تخلیق ہے۔ جبکہ جنات مفرد لہروں سے بنے ہوئے ہیں۔ جس طرح مرکب لہروں کی تخلیق میں پانچ حسیں کام کرتی ہیں اسی طرح مفرد لہروں کی مخلوق میں بھی پانچ حسیں کام کرتی ہیں۔ جنات بولتے بھی ہیں، جنات سنتے بھی ہیں، جنات کی دنیا میں کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے اور جنات کی دنیا میں سائنسی ایجادات کا بھی عمل دخل ہے۔

جنات کی دنیا ایسی دنیا ہے جو ہماری زمین کے گلوب کی حدود میں ہے اور زمین سے تقریباً دس لاکھ چھپن ہزار فٹ خلا میں جنات کی دنیا کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے بہت بڑی زمین کے رقبے پر چھت ڈال دی جائے اور چھت پر کھیتی باڑی بھی کی جائے، مکان بھی بنائے جائیں، درخت بھی لگائے جائیں اور وہاں مخلوق بھی آباد ہو۔ چھت پر موجود مخلوق کو نہ تو زمین سے انسان دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی چھت پر سے جنات انسان کو دیکھ سکتے ہیں۔ نہ دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم جس ٹھوس مادیت سے واقف ہیں اور وہ ٹھوس مادیت جس پر روشنی کا غلبہ ہے، الگ الگ ہیں۔

انسانی دنیا میں ماں کے بطن سے بچہ نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے اور جنات کی دنیا میں ماں کے بطن سے بچہ انسانی اعداد و شمار کے مطابق نو سال میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کی عمر کا تعین بھی ہے۔

جنات اور انسان دونوں مکالف مخلوق ہیں۔ دونوں دنیاوی علوم کی طرح روحانی علوم سیکھ سکتے ہیں ۔ کائنات میں جتنی چیزیں، جتنے رنگ اور جتنے روپ ہیں ان کے لئے ایک مخصوص طول حرکت مقرر ہے۔ جس چیز کے لئے جو مقداریں معین کر دی گئی ہیں ان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں دو مکلف مخلوق کا تذکرہ کیا ہے۔

ترجمہ:

اے گروہ جنات اور گروہ انسان ! تم زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل کر دکھاو تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے ۔ (الرحمن)

سلطان کا مطلب روحانی صلاحیتیں ہیں۔اگر کوئی انسان یا جن روحانی صلاحیت کو بیدار اور متحرک کرلے تو آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل کر غیب کی دنیا کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

جتنے بھی انبیا تشریف لائے ان سب کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ انسان مادی وجود میں رہتے ہوئے اللہ تعالی کا عرفان حاصل کرے اور اللہ کا عرفان حاصل کرنے کے لئے غیب کی دنیا میں داخل ہونا ضروری ہے جو سلطان (روح) کے ذریعہ ممکن ہے۔اس لئے کہ ازل میں روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔اللہ کو دیکھ چکی ہے اور پورے ہوش و حواس کے ساتھ اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر چکی ہے۔انسان کے عالم وجود میں یا جنات میں،انسان پر یا جن پر ایسا پردہ پڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ نور یا روشنی کی دنیا کو نہیں دیکھ سکتا اور جب یہ وجودی پردہ ہٹ جاتا ہے تو انسان کو اپنی روح کا ادراک ہوتا ہے اور روح ازل میں اللہ کو دیکھ چکی ہے۔اللہ کی آواز سن چکی ہے اور اللہ کو ربوبیت کا اقرار کر چکی ہے۔سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب پہاڑ پر

تشریف لے گئے اور آپ نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو آیتوں کے انوار جن کو نورانی مفرد لہریں کہتے ہیں متحرک ہو گئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس جنات کی مخلوق آ گئی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی یہ دنیا دیکھی۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف لے گئے تھے، آیات مبارکہ کے انوار جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان سے ظاہر ہوئے ان انوار سے حضرت ابن مسعودؓ کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہو گئیں یعنی نور نبوت سے ان کا باطن نہ صرف روشن ہو گیا بلکہ ان کے اندر انوار کا ذخیرہ اتنا زیادہ ہو گیا کہ انہوں نے جنات کی دنیا کو دیکھ لیا۔ درخت کا گواہی دینا اس بات کی سند ہے کہ جنات کی دنیا کے تمام افراد نے اور تمام مخلوقات نے سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رسالت و نبوت کا اقرار کیا اور جنات مسلمان ہو گئے۔

علمائے باطن کے مطابق اب بھی جنات کی دنیا میں اربوں کی تعداد میں مسلمان ہیں۔ جس طرح مادی وجود کا مسلمان بندہ نماز، روزہ حج، زکوۃ ادا کرتا ہے اسی طرح جنات کی دنیا میں بھی مسلمان جن اور ان کی خواتین نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا کرتی ہیں۔ کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جنات نظر کیوں نہیں آتے تو ہم یہ سوال کرنے کی جرات کرتے ہیں کہ انسان کو وائرس کیوں نظر نہیں آتا؟ بیکٹیریا کیوں نظر نہیں آتا؟ لیکن اگر کوئی Sensitive Device بنالی جائے تو اس سے بیکٹیریا یا وائرس کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان مفرد لہروں کا علم حاصل کر لے تو وہ جنات کو اور جنات کی دنیا کو دیکھ سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا یہ اعجاز ہے کہ انہیں مرکب لہروں، مفرد لہروں، نورانی لہروں اور ماورائے نور لہروں کا علم بدرجہ اتم حاصل ہے۔

حنین جذع کا واقعہ

عربی میں حنین مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو محبوب کے فراق میں اس کے منہ سے نکلے اور جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنے کو کہتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں جمعہ کے روز کھجور کے خشک درخت سے ٹیک لگا کر خطاب فرماتے تھے۔ایک انصاری صحابیہ نے بہترین لکڑی سے منبر تیار کرا کے مسجد نبوی میں بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ خطبہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر رونق افروز ہوں۔جمعہ کے روز جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا تنا رونے لگا۔ اس کا رونا ایسا دردناک تھا جیسے اونٹنی اپنے بچے سے بچھڑ کر بلکتی ہے، کوئی بچہ اپنی ماں سے جدا ہو کر روتا ہے۔ اس کی فریاد اتنی غم ناک تھی کہ لگتا تھا کہ شدت غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔مسجد نبوی میں موجود تمام صحابہ نے اس آواز کو سنا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے، درخت پر اپنا دست شفقت رکھا اور پھر اسے اپنے سینے سے لگایا۔ کھجور کا تنا چپ ہو گیا۔ مگر روتے ہوئے بچے کی طرح ہچکی لگی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

اگر تو پسند کرے تو میں تیرے لئے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت الفردوس میں اس مقام پر جگہ دے جہاں میں ہوں۔ تو وہاں ابد الآباد تک رہے۔ انبیا اور اولیا تیرے پھل کھایا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے جواب میں کھجور کے تنے نے کہا۔ ایسا ضرور فرمائیے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے اس تنے کو مسجد میں دفن کرا دیا۔

نباتات زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ باشعور بھی ہیں۔ وہ مکمل حواس رکھتے ہیں۔ وہ ہماری محبت و نفرت کو پہچانتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ انتقال خیال کے علوم سے پودے پوری طرح واقف ہیں۔ پودے دیکھتے ہیں، بولتے ہیں، سوچتے ہیں، یاد رکھتے ہیں اور ہمارے مخفی خیالات پڑھ لیتے ہیں۔

سائنسی تجربات نے یہ ثابت کیا ہے کہ پودے شعور رکھتے ہیں اور اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہیں۔ درخت اور پودے پاک طینت لوگوں کی قربت سے خوش ہوتے ہیں۔ پیچیدہ اور منفی خیالات رکھنے والے افراد کی قربت انہیں ناگوار گزرتی ہے۔ کرلین فوٹو گرافی کے تجربات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ محبت کا ہاتھ پھیرنے سے پودے خوش ہوتے ہیں اور ان کے ارد گرد موجود روشن ہالہ کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ پودوں کے لئے دل میں پیار و محبت کے جذبات رکھنے والا فرد جب پودا لگاتا ہے، اس کی آبیاری اور دیکھ بھال کرتا ہے تو پودوں کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ کے لی فورنیا میں ایک نرسری کے مالک نے برسوں کی محنت سے تھور (Cactus) کی ایک قسم پیدا کی۔ جس پر کانٹے نہیں ہوتے۔ نرسری کے مالک نے پودوں سے مخاطب ہو کر انہیں تسلی دی کہ وہ پودے کی حفاظت کرے گا۔ اس کی ہر طرح کی ضروریات کا

خیال رکھے گا۔ پودے کو اب کانٹے اگانے کی ضرورت نہیں۔ طویل عرصے تک وہ پودے کو یقین دلاتا رہا۔ وہ پودے سے محبت بھرے انداز میں بات کرتا تھا۔ اس کی آبیاری اور صفائی وغیرہ کا خیال رکھتا تھا۔ جب پودے کو یقین واطمینان ہو گیا تو بغیر کانٹوں والی نئی قسم پیدا ہو گئی۔

کینیڈا کے سائنسدانوں نے اوٹاوا یونیورسٹی میں تجربات کئے کہ اگر گندم کے بیجوں کو Herts 5000 کی آواز سنائی جائے تو وہ بہت جلد اگتے ہیں۔ پودوں پر موسیقی کے اثرات پر تجربات گئے گئے تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اونچی آواز والی موسیقی کے شور سے پودے میوزک کے منبع کی مخالف سمت جھک جاتے ہیں، جبکہ نرم ولطیف موسیقی پودوں میں سرشاری اور مستی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔

ملزموں کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کے لئے ایک مشین ایجاد ہوئی ہے۔ جسے جھوٹ پکڑنے والی مشین کہا جاتا ہے۔ یہ مشین جھوٹ یا سچ بولنے کی صورت میں جسم میں ہونے والی تبدیلیوں مثلاً خون کے دباؤ تنفس کی رفتار، نسوں اور پٹھوں کے کھچاؤ، تناؤ اور جلد پر دوڑنے والی خفیف کرنٹ میں ہونے والی تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک محقق نے پودے کے اندر ہونے والی تبدیلیوں کو ریکارڈ کرنے کے لئے یہ مشین استعمال کی۔ اس نے مشین کی تاریں پودے سے جوڑ دیں اور تبدیلیوں کے اتار چڑھاؤ کے اثرات پولی گراف مشین پر گراف کی صورت میں حاصل کئے۔ پودے کو پانی دیا گیا۔ گراف پر پودے کے احساسات پر سکون لکیروں کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ محقق کے ذہن میں خیال آیا کہ پتے کو جلانا چاہیے۔ خیال پودے پر منکشف ہوا اور پودے نے خوف کا اظہار کیا۔ پولی گراف کا پن یکدم گراف کی بلندی تک پہنچ گیا۔ لیکن جب اس نے جھوٹ موٹ ماچس

جلائی تو پودے نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ اس محقق کا پودوں سے لگاؤ اور تعلق اس قدر تھا کہ ایک مرتبہ اس کی انگلی زخمی ہوئی۔ زخم کی تکلیف اور درد کو پودے نے محسوس کیا اور گراف پر اپنا رد عمل ظاہر کر دیا۔

پریزیڈنسی کالج کلکتہ میں فزکس کے پروفیسر ریڈیو ریسرچ کے ماہر تھے۔ دھات (مادے کی سخت ترین قسم) اور گوشت کے پٹھوں (مادے کی نرم قسم) کے تناؤ پر تحقیق کے دوران انہیں پودوں کے Tissuesپر تحقیق کرنے کا خیال آیا۔ تحقیق سے انہوں نے ثابت کیا کہ پودے کے ٹشوز پر بھی تناؤ کھنچاؤ کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کلوروفام سونگھنے سے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور تازہ ہوا انہیں ہوش میں لے آتی ہے۔ پودے چھیڑ چھاڑ سے تھکن محسوس کرتے ہیں۔

قازقستان یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے جب دھاتوں کی تلاش کے لئے پودوں سے تعاون چاہا ہو انہیں ہدایت کی کہ مٹی میں کوئی دھات موجود ہو تو وہ بجلی کی طرح جھٹکا دیں۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔

پودوں پر ریسرچ کرنے والے ایک ماہر نے تجربات سے ثابت کیا کہ انسان اور نباتات کے اطلاعاتی نظاموں کے درمیان تعلق ہے۔ اطلاعاتی نظام بظاہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

ترجمہ:

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں ہر مخلوق اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اڑتے ہوئے پرندے اور ہر ایک کو اپنی اپنی نماز اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ کو ان سب کے اعمال کا پورا پورا علم ہے ۔ (النور۔ ۴۱)

ترجمہ :

ساتوں آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی موجودات ہیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو ۔ لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کرنے کو سمجھتے نہیں ۔ (اس لئے کہ تم اس کے بارے میں تدبر نہیں کرتے) تحقیق وہ ہے تحمل والا بخشنے والا ۔ (بنی اسرائیل ۔ ۴۴)

ترجمہ:

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ۔ اس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔ آسمان اور زمین اس کی ملکیت ہیں ۔ حیات و ممات اور ہر چیز پر قادر ہے ، وہی ابتدا ہے ،

وہی انتہا ہے ، وہی ظاہر ہے ، وہی باطن ہے ، وہ ہر چیز کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے ۔(الحدید ۱۔۳)

قرآن پاک میں کئی جگہ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر شے باشعور ہے اور انہیں اپنی نماز اور تسبیح بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام رحمت اللعالمین ہونے کی حیثیت سے آسمانوں اور میں کی ہر مخلوق سے واقف ہیں۔ ہر مخلوق یہ مانتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری لئے رحمت ہیں۔ درخت نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے ہیں تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی شاق گزری اور اس نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کے تنے پر دست شفقت پھیراا اور اس سے فرمایا۔

اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں اور اللہ تعالی تجھے جنت الفردوس میں اس مقام پر جگہ دے ،جہاں میں ہوں۔ تو وہاں ابدالآباد تک رہے۔ انبیا اور اولیا تیرے پھل کھایا کریں۔

باشعور درخت کا تنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عنایت پر چپ ہو گیا۔اس معجزہ سے منکشف ہوتا ہے کہ ہر درخت بولتا ہے، سنتا ہے،اس کے اندر قربت اور دوری کا احساس ہے۔انسانوں کی طرح درخت خوش ہوتا ہے اور روتا ہے اور دعا کی درخواست بھی کرتا ہے۔

کھجور کی تلوار

غزوہ بدر میں حضرت عکاشہؓ بن محصن بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں لکڑی کی چھڑی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی حضرت عکاشہؓ کو دے کر فرمایا۔ عکاشہؓ جاؤ جنگ جاری رکھو۔

حضرت عکاشہؓ نے چھڑی ہاتھ میں لی تو وہ مضبوط، چمکدار اور تیز دھار تلوار بن گئی۔ حضرت عکاشہؓ نے جنگ بدر کی فتح تک اس تلوار کو استعمال کیا۔ اس تلوار کا نام العون تھا۔

غزوہ بدر کے دوران ہی ایک اور صحابی مسلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ جانے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی تازہ ٹہنی عنایت کی جو تیز دھار تلوار میں تبدیل ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن حجشؓ کی تلوار ایک جنگ کے دوران ٹوٹ گئی تو سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں طلب کر کے کھجور کی شاخ عنایت کی اور دشمنوں پر حملہ کا حکم دیا۔ کھجور کی ٹہنی تلوار بن گئی۔ اس تلوار کا نام عرجون ہے۔

لاٹھی قندیل بن گئی

حضرت طفیل بن عمرو معروف شاعر تھے۔ جب وہ مکہ آئے تو سرداران قریش نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا اور کہا، اے طفیل ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری قوم کے ایک نوجوان محمد بن عبداللہ بن عبدالطلب نے ہمارے مذہب میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ اس کے کلام نے باپ، بیٹے، بھائی بہن اور میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ مصیبت تم پر بھی نازل نہ ہو جائے۔ ہم تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ اس کی کوئی بات نہ سننا۔ طفیل بن عمرو بیت اللہ جاتے وقت اپنے کانوں میں روئی رکھ لیتے تھے کہ غیر اختیاری طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز وہ علی الصبح بیت اللہ شریف گئے تو انہوں نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ نہ چاہنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ان کے کانوں میں پہنچ گئے۔

الفاظ انہیں بہت اچھے لگے انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ طفیل تیری ماں تجھے روئے تو نے یہ کیا طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ تجھے اللہ نے عقل دی ہے، تو شاعر ہے۔ تو برے بھلے میں تمیز کر سکتا ہے پھر تجھے اس شخص کی باتیں سننے سے کون سی چیز مانع ہے؟ اچھی باتیں ہوں تو قبول کر لینا اچھی باتیں نہ ہوں تو قبول نہ کرنا۔ یہ سوچ کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر کی

طرف چلے تو طفیل بھی ان کے پیچھے ہو لئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہو گئے تو طفیل نے دروازہ پر دستک دی اور گھر میں داخل ہو کر سارا واقعہ سنایا اور کہا، خدا کی قسم میں نے اس سے بہتر کوئی بات سنی ہے نہ ہی اس سے اچھا کوئی کلام مجھ تک پہنچا ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور عرض کیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

میں اپنی قوم میں معزز ہوں اور قوم کے سبھی فرد میری بات مانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی مجھے ایسی نشانی عطا فرما دیں جو دعوت اسلام میں میری معاون ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ جب وہ پہاڑی سے اپنے قبیلے کی طرف اتر رہے تھے تو ان کی لاٹھی کے سرے سے روشنی نمودار ہو گئی۔ وہ روشنی یوں نظر آتی تھی جیسے قندیل ہوا میں معلق ہو۔ انہوں نے اندھیری رات میں قندیل کی روشنی میں سفر طے کیا اور اپنے گھر پہنچ گئے۔ گھر والے جب ان سے ملنے آئے تو انہوں نے کہا، مجھ سے دور رہو نہ میں تمہارا ہوں نہ تم میرے ہو۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیروکار بن گیا ہوں۔ سب نے اقرار کیا کہ تمہارا دین ہمارا دین ہے اور ہم سب مسلمان ہیں۔

حضرت طفیلؓ بن عمرو نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر وہ اپنے عقائد چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ دل گرفتہ ہو کر حضرت طفیلؓ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی پوری کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں مگر میرے قبیلے والے ایمان

نہیں لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعا فرمائیے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں التجا کی، اے اللہ ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیلؓ سے فرمایا، تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور انہیں نرمی سے اسلام کی دعوت دو۔

حضرت طفیلؓ واپس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق تبلیغ دین شروع کردی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے بعد خیبر میں تشریف فرما تھے تو حضرت طفیلؓ قبیلہ دوس کے ستر اسی گھرانو کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ہر شے دو رخوں پر پیدا کی گئی ہے ایک رخ مادیت ہے اور دوسرا رخ باطن ہے۔یہ دونوں رخ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ لیکن مادی رخ ہمیشہ باطنی رخ کے تابع ہوتا ہے۔صلاحیت باطنی رخ میں ہوتی ہے۔ باطنی رخ سے اگر صلاحیت مادیت میں منتقل نہ ہو تو حرکت نہیں ہوتی۔ حرکت صلاحیت کا مظہر ہے اور ہر شے کی صلاحیت الگ الگ بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ لکڑی کی صفت جلنا یا روشن ہونا ہے۔جب لکڑی کا باطن رخ متحرک ہوا تو لکڑی روشن ہو کر مشعل بن گئی۔

لکڑی میں روشنی

ایک اندھیری رات میں جب بارش خوب زوروں پر تھی۔ حضرت قتادہ بن لغمان انصاریؓ نماز با جماعت کے لئے مسجد میں آئے۔ نماز سے فارغ ہوئے کے بعد حضرت قتادہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک شاخ دی اور فرمایا، یہ شاخ دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی۔

حضرت قتادہؓ کھجور کی شاخ لے کر گھر کی طرف چلے تو یہ شاخ مشعل کی طرف روشن ہو گئی۔

اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

ہم نے ہر چیز معین مقداروں سے تخلیق کی ہے۔

یہ معین مقدارین ہی ہیں جن سے زمین پر مختلف چیزیں تخلیق پاتی ہیں۔ مثلاً لوہا اس کے اندر معین مقداریں کام کر رہی ہیں۔ لکڑی اس کے اندر معین مقدارین کام کر رہی ہیں۔ اگر لوہے اور لکڑی میں معین مقداریں کام نہ کریں تو لکڑی لکڑی نہیں رہے گی اور لوہا لوہا نہیں رہے گا۔ معین مقداروں سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو مقداریں لوہے کے اندر کام کر رہی ہیں وہ لکڑی کے اندر کام نہیں کرتیں۔ تخلیق کرنے والی معین مقداروں کا فارمولہ یہ ہے کہ لوہے کے لئے آٹھ مقداریں معین ہیں اور لکڑی کے لئے سات مقداروں کا

تعین ہے تو لکڑی کی معین مقداروں میں اگر لوہے کی اضافی ایک مقدار شامل کر دی جائے تو لکڑی لوہا بن جائے گی۔

سونے (Gold) کے لئے پانچ معین مقداریں ہیں اور گیرو کے لئے چار مقداریں معین ہیں۔ سونے کو گیرو بنانے کا فارمولہ یہ ہے کہ سونے کی مقداروں میں سے ایک مقدار کم کر دی جائے۔ گلاب کے پھول میں چھ معین مقداریں کام کرتی ہیں۔ جبکہ سیب کے پھول میں نو (۹) معین مقداریں کام کرتی ہیں ۔اگر سیب کے پھول کی معین مقداروں میں سے تین کم کر دی جائیں تو سیب کا پھول گلاب کا پھول بن جاتا ہے اور اگر گلاب کے پھول میں تین مقداروں کا اضافہ کر دیا جائے تو گلاب کا پھول سیب کا پھول بن جاتا ہے۔ یہ ایک پورا تخلیقی نظام ہے جو اللہ نے ان لوگوں کو سکھایا ہے جو لوگ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وارث اور صاحب تکوین ہیں۔ جس وقت سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کھجور کی لکڑی حضرت عکاشہ بن محضؓ، حضرت مسلمہ بن اسلمؓ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت قتادہؓ کو دی تو تخلیقی فارمولوں کے تحت مقداروں میں ردوبدل ہو گیا اور یہ ردوبدل قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق ہے۔

ترجمہ:

’’ہم نے تمہارے لئے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا سب"۔
(الجاثیہ۔۱۳)

آسمانوں اور زمین میں ہے کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب کا سب رائی سے بھی چھوٹا ذرہ اور پہاڑ کے برابر ذرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں ہے۔

اونٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سر رکھا

محمد رسول اللہ ایک بار مجلس میں تشریف فرما تھے۔ایک اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ اونٹ اپنے مالک کی شکایت کر رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اونٹ کو اس کے مالک سے خرید لیا۔

اونٹ نے شکایت کی

حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایک انصاری کے باغ میں گئے تو ایک اونٹ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھ کر رونے لگا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کی گردن پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔اونٹ نے میٹھی میٹھی نظروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے مالک کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اونٹ کا مالک کون ہے۔ایک انصاری نوجوان سامنے آیا۔اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اونٹ میرا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے۔ اللہ کو حاضر و ناظر نہیں جانتا۔ تیرے اونٹ نے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔

ہرنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام ایک وادی سے گزر رہے تھے کہ یا رسول اللہ کہہ کر کسی نے پکارا۔ سیدنا علیہ والصلوۃ والسلام نے دیکھا کہ ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے۔ اس کے قریب بدو سویا ہوا ہے۔ ہرنی بولی، یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بدو نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ سامنے پہاڑ میں میرے دو بچے بھوکے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے مجھے آزاد کر دیں میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاوں گی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کی رسی کھول دی۔ ہرنی وعدے کے مطابق بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ آپ اسے رسی سے باندھ رہے تھے کہ بدو بیدار ہو گیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہرنی میں خوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کرتا ہوں۔ آپ نے بدو سے کہا اسے آزاد کر دے۔

☆☆☆

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آزاد ہونے کے بعد ہرنی قلانچیں بھرتی ہوئی پہاڑ کے دامن میں اپنے بچوں کے پاس چلی گئی۔

کائنات میں ہر فرد، قدرت کا بنا ہوا ایک کمپیوٹر ہے۔ اور اس کمپیوٹر میں کہکشانی نظاموں سے متعلق تمام اطلاعات فیڈ ہیں اور کمپیوٹر ڈسک کی طرح یہ اطلاعات ہر کمپیوٹر میں ذخیرہ ہیں۔ کہکشانی نظاموں میں جاری وساری یہ اطلاعات، لہروں کی دوش پر ہمہ وقت سفر کرتی رہتی ہیں۔ ہر موجود شے کا دوسری موجود شے سے لہرون کے ذریعہ اطلاعات کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ سائنس دان روشنی کو زیادہ سے زیادہ تیز رفتار قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ اتنی تیز رفتار نہیں ہے کہ زمانی مکانی فاصلوں کو منقطع کردے۔ زمانی اور مکانی فاصلے لہروں کی گرفت میں رہتے ہیں۔ اگر کسی فرد کے ذہن میں جنات، فرشتوں اور آسمانوں اور زمین سے متعلق اطلاعات کا تبادلہ نہ ہو تو، انسان فرشتوں، جنات، درخت، پہاڑ، سورج اور چاند کا تذکرہ نہیں کر سکتا۔ کہکشانی نظام اور کائنات میں جتنی بھی نوعیں اور نوعون کے افراد کے خیالات کی لہریں ہمیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح ہماری زندگی سے متعلق تمام خیالات لہروں کے ذریعے ہر مخلوق کو منتقل ہوتی رہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات اس قانون سے واقف نہ ہوں۔ خیالات کی منتقلی ہی دراصل کسی مخلوق کی پہچان کا ذرعہ بنتی ہے۔ ہم کسی آدمی یا کسی مخلوق کے فرد سے اس لئے متاثر ہوتے ہیں کہ:

مخلوق کے فرد کی لہریں، ہمارے اندر دور کرنے والی لہروں میں جذب ہو رہی ہیں۔ انسان کا لاشعور کائنات کے دور دراز گوشوں سے مسلسل رابطہ رکھتا ہے۔ اس ربطہ کے ذریعے انسان اپنا پیغام کائنات کے ہر

ذرہ تک پہنچا سکتا ہے اور دوسروں کے خیالات سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ انسان اس قانون سے واقف ہو جائے کہ کائنات کی تمام مخلوق کا خیالات کی لہروں کے ذریعہ ایک دوسرے سے رابطہ اور تعلق ہے۔ خیال اس اطلاع کا نام ہے جو ہر آن اور ہر لمحہ زندگی سے قریب کرتی ہے یا دنیاوی زندگی سے دور کر دیتی ہے۔

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کائناتی زندگی اور کائناتی سسٹم کے امین اور اس پورے سسٹم پر حاکم ہیں۔ اونٹ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی درد بھری کہانی سنائی تو رحمۃ اللعالمین نے اونٹ کے مالک سے فرمایا۔ اونٹ تیری شکایت کرتا ہے کہ تو اسے پیٹ بھر کر غذا نہیں دیتا۔

تبادلہ خیال کے اس قانون کے تحت ہرنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بپتا سنائی۔ اس قصہ میں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ چوپائے جھوٹ نہیں بولتے اور ایفائے عہد کرتے ہیں۔

اور آپؐ نے نہیں پھینکی مٹھی خاک

مدینہ آنے کے بعد چند ماہ مسلمان مہاجرین کے لئے بڑے صبر آزما تھے۔ مہاجرین اپنا سارا اثاثہ اور بیوی بچے چھوڑ کر مدینہ آئے تھے۔ انہیں مالی پریشانیوں کے ساتھ ساتھ گھر گرہستی کی دشواریوں کا بھی سامنا تھا۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے مدینہ کے مسلمانوں اور مکے سے آئے ہوئے مسلمانوں کے مابین رشتہ اخوت قائم کر دیا اور مدینہ کے انصار نے ایثار و خلوص کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ ہر انصاری مسلمان نے اپنے مال و اسباب میں سے نصف اپنے مہاجر بھائی کو دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان خلیج پیدا ہوئی تو قریش نے اس سے فائدہ اٹھایا اور یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ مدینہ کے یہودی اس پر آمادہ ہو گئے کہ وقت پڑنے پر وہ قریش کا ساتھ دیں گے۔ یہودیوں کی اقتصادی اور معاشی حیثیت مضبوط تھی۔ بازار اور منڈیاں ان کے ہاتھ میں تھیں۔ قریش نے مسلمانوں کو معاشی طور پر جکڑنے کا پروگرام بنایا اور مدینہ کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی۔ اشیائے خورد و نوش اور دیگر سامان مدینہ میں پہنچنا بند ہو گیا۔ مدینہ کے باشندے فاقہ کشی پر مجبور ہو گئے۔

مکہ والوں کی دشمنی اور شر انگیزی سے تنگ آکر مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی مکہ کے تجارتی قافلوں کو مدینہ کے قرب و جوار سے نہیں گزرنے دیں گے۔ تجارتی قافلوں کی گزرگاہوں پر آباد قبائل سے

معاہدہ کر کے انہیں اپنا حلیف بنالیا اور آنے اور جانے والی قافلوں کا راستہ بند کر دیا۔ چند تجارتی قافلے جب اس صورتحال سے دوچار ہوئے تو قریش کو تشویش ہوئی۔ سالانہ تجارتی قافلہ جب ابوسفیان کی قیادت میں دو ہزار اونٹوں پر سامان تجارت لے کر جارہا تھا تو مکہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مسلمان قافلہ لوٹنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس افواہ سے لوگوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔

بے شمار اونٹوں اور تیز رفتار گھوڑوں پر مسلح فوج مکہ سے روانہ ہوئی۔ اس لشکر میں مکہ کے بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ لشکر کی تیاری اور مسلمانوں کے خلاف جذبات ابھارنے میں ابو جہل پیش پیش تھا۔ ابوسفیان تجارت کا سامان لے کر بحفاظت مکہ پہنچ گیا۔ لشکر کو اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے سپہ سالار سے واپس چلنے کو کہا۔ لیکن ابو جہل نے کہا ہم اس خوشی میں جشن منائیں گے اور جشن مدینہ کے قرب و جوار میں پر فضا مقام پر ہو گا تا کہ مدینہ والے ہماری طاقت سے مرعوب ہو جائیں اور وہ قبائل جو مسلمانوں کے حلیف بن گئے ہیں معاہدہ توڑ دیں اس طرح سارے عرب میں ہماری قوت کی دھاک بیٹھ جائے گی

سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ابو جہل کی سازش اور قریش مکہ کے ارادوں کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ابو جہل کی سازش کو ناکام کر دینے کا اعلان کر دیا۔ مہاجرین کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی۔ مدینہ کے انصار کی طرف سے مقداد بن عمروؓ نے کہا،

جو حکم اللہ کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے اس کی تعمیل میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کریں گے، کہ انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا تھا کہ تو اور تیرا خدا جا کر دشمنوں سے لڑائی کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم جاں نثاری کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے۔

سن ۲ ہجری ماہ رمضان میں ۳۱۳ رضاکار جن کے پاس ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے، مدینہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ لشکر کے افراد باری باری سواری کے جانور استعمال کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور مدینہ سے اسی میل کے فاصلہ پر بدر کے چشموں کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ بھرپور جنگی ساز و سامان کے ساتھ قریش کی فوج نے وادی کے دوسرے سرے پر پڑاؤ ڈالا تھا۔

اسلامی انٹیلی جنس نے مکی لشکر کے دو افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان سے اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ حضرت حباب بن منذرؓ کے مشورہ سے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے قیام کی جگہ تبدیل کر دی اور آگے بڑھ کر چشموں کے پانی پر قبضہ کر لیا۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ اکرامؓ کی معیت میں میدان جنگ کا جائزہ لیا۔ ایک مقام پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل اس جگہ ابو جہل مارا جائے گا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد دوبارہ ارشاد فرمایا، اس جگہ عتبہ کا لاشہ گرے گا۔ اس طرح چیدہ چیدہ تمام سرداران قریش کے واصل جہنم ہونے کے مقامات سے اپنے رفقائ کو آگاہ کیا۔

اسی رات بارش برسی اور جس جگہ مسلمان لشکر کا پڑاو تھا وہاں کی ریت دب گئی جبکہ قریش مکہ کا لشکر جس جگہ اترا تھا وہ زمین کیچڑ میں تبدیل ہو گئی۔

ترجمہ:

جس وقت ڈال دی تم پر اونگھ، اپنی طرف سے تسکین کو، اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور ثابت کرے تمہارے قدم (الانفال۔۱۱)

سعد بن معاذؓ کی تجویز پر لشکر سے پیچھے ایک بلند ٹیلے پر سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے چھپر ڈال کر مرکز قیادت بنادیا گیا جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں لشکروں کا بآسانی جائزہ لے سکتے تھے۔

دوسری صبح قریش کا لشکر نخوت و کبر کی تصویر بن کر متکبرانہ طمطراق سے وادی بدر میں اترا۔ قریش کے سردار عتبہ بن ربیعہ پر صورت حال واضح ہوئی کہ ابو جہل اور چند دیگر سرداروں کی ہٹ دھرمی خون خرابے اور اپنے مسلم رشتہ داروں کو قتل وغارت کرنے کا باعث بن رہی ہے تو اس نے قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے لڑ کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دو گے۔ اگر تم نے انہیں شکست دے کر قتل کر دیا تو تمہیں ایسے چہرے نظر آئیں گے جن کو دیکھ کر تمہیں خوشی نہیں ہو گی۔ کیونکہ ہر آدمی اپنے قبیلہ کے کسی فرد یا قریبی رشتہ دار کو قتل کرے گا۔ جنگ کے ارادے سے باز رہو اور واپس

چلو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، عرب والے خود ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نبٹ لیں گے۔ عتبہ سرخ اونٹ پر سوار تھا۔اس کو دیکھ کر سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ قوم میں سے کسی شخص کے پاس خیر ہے تو سرخ اونٹ والے کے پاس ہے اگر لوگوں نے اس کی بات مان لی تو صحیح راہ پائیں گے۔

عتبہ کی تقریر کا اثر ختم کرنے کے لئے ابو جہل نے دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور کہا اے اللہ ! ہم میں سے جو فریق قرابت کو زیادہ کاٹنے والا اور غلط حرکتیں زیادہ کرنے والا ہے اسے تو آج توڑ دے۔اے اللہ ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔

قرآن حکیم نے اس کا جواب سورۃ انفال آیت نمبر ۱۹ میں دیا ہے۔

ترجمہ:

اگر تم چاہو فیصلہ، سو پہنچ چکا تم کو فیصلہ، اور اگر باز آو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر پھیر کرو گے تو ہم بھی پھیر کرینگے اور کام نہ آوے گا تم کو تمہارا جتھا اگر چہ بہت ہوں اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ایمان والوں کے۔

۱۷ رمضان المبارک سن ۲ ہجری کی صبح صف بندی ہوئی۔ جنگ شروع ہونے سے قبل سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سجدہ ریز ہو کر رب العزت کے حضور التجا کی:

الٰہی یہ قریش ہیں۔ کبر و نخوت سے جن کی گردنیں اکڑی ہوئی ہیں۔ تیرے نافرمان ہیں اور تیرے رسول سے آمادہ جنگ ہیں۔ الٰہی ہمیں نصرت اور مدد کی ضرورت ہے۔ جس کا تونے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ ! تجھ پر ایمان لانے والے قلیل ہیں۔ آج تونے انہیں ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی چادر کندھوں سے ڈھلک گئی اور سجدہ طویل ہو گیا۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام اور سارے اسلامی لشکر پر چند لمحوں کے لئے اونگھ طاری ہو گئی۔ اسلامی لشکر نے جب آنکھیں کھول کر دشمن فوج کی طرف دیکھا تو ان کی تعداد کم تھی۔

ترجمہ:

"بے شک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں باہم مقابل ہوئے قدرت کی بڑی دلیل ہے، ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔ جو مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے سے دوگنا دیکھ رہا تھا اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے۔ بے شک اس میں نصیحت ہے آنکھوں والوں کے لئے۔" (آل عمران۔ ۱۳)

لڑائی شروع ہونے سے پہلے دونوں لشکر ایک دوسرے کو اصل تعداد میں کم تعداد میں دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانون کی تعداد کفار کو زیادہ نظر آنے لگی اور ان کے دلوں میں ہیبت

بیٹھ گئی۔ جنگ کا آغاز ہوا تو عرب کے دستور کے مطابق قریش کے لشکر میں سے تین افراد میدان میں آئے اور دعوت مبارزت دی۔ عتبہ اگرچہ جنگ کے حق میں نہ تھا لیکن مبارزت کے لئے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں آیا اور للکارا کہ ہے کوئی ہمارا مقابلہ کرنے والا۔ لشکر اسلام میں سے تین انصاری جوان مقابلے کے لئے نکلے۔ کبر و نخوت کے پیکر قریشی سرداروں نے ان سے لڑنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارا تعلق مکہ کے اشراف سے ہے لہذا ہمارا مقابلہ وہ کرے جو مکہ کا رہنے والا ہو اور ہم اس کو جانتے ہوں۔

حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں آئے اور تینوں مشرکوں کو جہنم واصل کر دیا ۔حضرت عبیدہؓ شیبہ کے وار سے زخمی ہو گئے تھے جنہیں حضرت علیؓ اٹھا کر میدان سے باہر لائے۔ مشرکین کے تین نامور سرداروں کے لاشے خاک و خون میں لت پت تھے۔ کفار اپنے معبودوں کو پکارتے ہوئے تلواریں لہرا کر میدان میں کود پڑے اور دوبدو لڑائی شروع ہو گئی۔

لڑائی میں قریش کو ہزیمت ہوئی۔ کافروں کو مسلمانوں تک پہنچنے کے لئے ریتلی ناہموار زمین میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ مسلمانوں کی صف بندی نسبتاً ہموار اور سخت زمین پر کی گئی تھی۔ کافر اپنی صفوں کو جس وقت ترتیب دے رہے تھے، سیدنا حضور الصلوٰۃ والسلام نے چند کنکریاں مٹھی میں لے کر کافروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا، پست و رسوا ہوئے کفار کے چہرے ۔ مٹھی بھر کنکریاں فضا میں اڑتی ہوئی دشمن فوج تک پہنچیں تو ہوا کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ دشمن کی آنکھیں اور نتھنے ریت اور مٹھی سے بھر گئے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل کو اللہ نے اپنا عمل قرار دیا۔

ترجمہ :

"سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا ، اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور کرنا چاہتا تھا ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان ، تحقیق اللہ ہے سنتا جانتا ۔" (الا نفال ۔ ١٧)

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کے دستے آسمان سے اترے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے لئے خدائے بزرگ و برتر کی حضور سجدہ ریز ہو کر دعا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا: ابو بکر! خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی ہے۔

ترجمہ :

" جب تم نے اپنے رب سے فریاد کی تو اس نے تمہاری پکار سنی اور تمہاری مدد کےلئے ہزار جنگی فرشتے آگے پیچھے صف بستہ بھیج دئیے ۔" (الا نفال ۔٩)

بدر میں زور کارن پڑا۔ کچھ وقت کے لئے یہ کہنا مشکل تھا کہ ہارنے اور جیتنے والا کون ہے۔ کس کی فتح ہو گی؟ یکایک جنگ کا نقشہ مسلمانوں کے حق میں بدل گیا۔ کفار کے قابل سپوت اور نمایاں چہرے خون آلودہ ہو گئے۔ کافر لشکر کا سپہ سالار ابو جہل بھی جہنم رسید ہوا۔ دشمن کی صفوں میں انتشار پھیل گیا۔ فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور ان میں مزید لڑنے اور مزاحمت کی طاقت نہیں رہی۔ میدان جنگ چھوڑ کر کفار فرار ہو گئے۔ اشراف قریش جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ قریش کے ستر اسی افراد مارے گئے۔ کافی تعداد میں قید ہوئے۔ چودہ مسلمان شہید ہوئے اور اللہ کی مدد و نصرت سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں تک پہنچ گئی۔

☆☆☆

مخلوقات میں تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے کائنات تبادلہ خیال کا ایک خاندان ہے۔ مخلوق میں فرشتے اور جنات ہم سے زیادہ مانوس ہیں۔ پے در پے جو خیال ہماری ذہن میں آتے ہیں وہ دوسرے نظاموں اور ان کی آبادیوں سے ہمین وصول ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خیالات روشنی کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں۔

کہکشانی نظاموں اور ہمارے درمیان بڑا مستحکم رشتہ ہے۔ مخلوق کی سوچنے کی طرزیں ایک نقطہ مشترکہ رکھتی ہیں۔ تین نوع کے طرز عمل میں زیادہ اشتراک ہے۔ انہی کا تذکرہ قرآن پاک میں انسان، فرشتہ اور جنات کے نام سے کیا گیا ہے۔ انسان، فرشتہ اور جنات کائنات کے اندر سارے کہکشانی نظاموں میں موجود ہیں۔

انسان لا شمار سیاروں میں آباد ہیں اور ان کی قسمیں کتنی ہیں؟ اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے۔ یہی بات فرشتوں اور جنات کے بارے میں کہہ سکتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب یہ سوال کیا گیا کہ اس کائنات سے پہلے کیا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "امعا"

سوال کیا گیا، اس کے بعد کیا ہوا؟

ارشاد کیا: "ماء"

امعا عربی اصطلاع میں ایسی منفیت کو کہتے ہیں جو عقل انسانی میں نہ آسکے اور ما عربی میں "مثبیت" کو کہتے ہیں جو کائنات کی بنیادیں ہیں۔ اس ہی مثبیت کا نام عالم امر ہے۔ امعا جو اصطلاح میں ماوراالماوراء کہلاتی ہے اس کا تعارف عالم نور سے کیا جاتا ہے۔ انسانی تفہیم و تعلیم کی معراج جہاں تک ہے اس حد کا اصطلاحی نام حجاب محمود ہے۔ حجاب محمود وہ بلندیاں ہیں جس سے عرش اعظم کی انتہا مراد ہے۔ یہ انسانی نقطہ ذات کی

معراج کا کمال ہے کہ وہ اپنے ادراک کو حجاب محمود کی تفہیم کا خو گر بنا سکے اور ان صفات الٰہیہ کو سمجھ سکے جو ان بلندیوں میں کارفرما ہے۔ یہ عالم اللہ کے مقرب فرشتوں کی پرواز سے ماورا ہے۔ مقرب فرشتوں کی پرواز جہاں تک ہے۔اس حد کا نام "سدرۃ المنتہیٰ" ہے ملائکہ مقربین سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں جا سکتے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے نیچے ایک اور بلندی ہے۔اس بلندی کی وسعتوں کو "بیت المعمور" کہتے ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور کی حد میں رہنے والے اور پرواز کرنے والے فرشتے تین گروہوں پر مشتمل ہیں۔ ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رہ کر تسبیح میں مشغول ہے، دوسرا گروہ اللہ کے احکام عالم تک پہنچاتا ہے اور تیسرا گروہ ان فرشتوں کا ہے جو عالم امر کے لئے اللہ کے احکامات کو اپنے حافظہ میں رکھتے ہیں۔ یہ تمام فرشتے لوح محفوظ سے تعلق رکھتے ہیں۔ عالم نور سے فروتر ملائکہ مقربین یا ملاءاعلیٰ کی حدود ہیں۔ان میں ملاءاعلیٰ چھ بازووں والے فرشتے ہیں۔ ان کو عالم نور کے سمجھانے کی فراست حاصل ہے اور یہ عالم نور کے پیغامات کا تحمل رکھتے ہیں۔ عالم نور کے پیغامات وہی ہیں جو اللہ عرش اعظم سے نافذ فرماتے ہیں۔اس طبقہ سے فروتر ملائکہ روحانی کا طبقہ ہے۔ ان کو ملاءاعلیٰ کے پیغامات سمجھنے کی فراست حاصل ہے۔ اور اس طبقہ سے فروتر ملائکہ سماوی کا طبقہ ہے۔ یہ روحانی ملائکہ کے پیغامات سمجھنے کی فراست رکھتے ہیں۔ چوتھے درجے میں ادنیٰ فرشتے ہیں یہ ان احکامات کی تعمیل کرنے کی فراست رکھتے ہیں جو ان تک پہنچتے ہیں۔ یہ ملائکہ طبقات ارضی پر ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

چھ بازو والے فرشتے (ملاءاعلی) چھ فراستون کے اہل ہیں۔ان میں سے ہر فراست ایک نور ہے۔

۱۔ انہیں کچھ نہ کچھ ذات کا عرفان حاصل ہے۔

۲۔ وہ صفات کی معرفت رکھتے ہیں۔

۳۔ عالم امر کے صادر العین کی فہم رکھتے ہیں۔

۴۔ عین کی ترتیب اور تخلیق سے واقف ہیں۔

۵۔ عالم امکان یا عالم خلق کی مثالیت کے علوم پر انہیں پورا عبور حاصل ہے۔

۶۔ عالم خلق یا عالم امکان کے اجزاء پر عبور رکھتے ہیں۔

روحانی ملائکہ تین، چار، پانچ، چھ روشنیوں کا مجموعہ ہیں۔ان کو عالم امر اور عالم خلق کی معرفت حاصل ہے۔ان کے چار بازووں سے یہ روشنیاں مراد ہیں۔

سماوی ملائکہ عالم امر کی معرفت رکھتے ہیں۔ان کے اندر صادر العین اور عین کی روشنیاں مجتمع ہیں۔ سماوی ملائکہ تین اور چار روشنیوں کا مجموعہ ہے۔

ادنی ملائکہ عالم خلق کے اجزا کی تفہیم پر عبور رکھتے ہیں۔ہر مثالیت اور عنصریت کی یعنی پانچ اور چھ روشنیون کا مجموعہ ہیں۔۔۔۔۔۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ بدر میں مسلمانوں کے لئے دعا فرمائی تو اللہ نے اس دعا کو قبول کیا اور نظام تکوین کے تحت ملاءاعلیٰ نے دعا کی قبولیت کو ملائکہ روحانی تک پہنچایا۔ ملائکہ روحانی نے

ملائکہ سماوی تک دعا کی قبولیت کا اعلان کیا اور چوتھے درجے کے فرشتے جن کو ملائکہ عنصری بھی کہا جاتا ہے یہ پیغامات قبول کر کے کفر کے مقابل آگئے اور اس طرح اللہ نے نصرت اور فتح عطا فرمادی۔

مستجاب الدعوۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ابو طالب نے کہا۔

بھتیجے ! جس اللہ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔اس سے میری لئے دعا مانگ تا کہ میں اچھا ہو جاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ابو طالب اچھے ہو گئے۔ابو طالب نے کہا اللہ تیرا کہنا مانتا ہے۔جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

محترم چچا!آپ اگر اللہ کا کہنا مانیں تو وہ آپ کا بھی کہنا مانے گا

حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ :

"میرا بندہ اپنی اطاعتوں سے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔"

شیر آیا

ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل اور اس کا بیٹا عقبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک بار عقبہ گستاخی کا مرتکب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط کر دے۔

ابو لہب اور عقبہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام جاتے ہوئے ابراہ کے مقام پر ٹھہرے رات کو ایک شیر آیا اور عقبہ کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔

پانی برسا

جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک بدو اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ کے قرب و جوار میں قحط پڑ گیا ہے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ آپ ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔

آسمان پر اس وقت دور دور تک بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ یکایک آسمان بادلوں سے ڈھک گیا اور زور و شور سے بارش کی ایسی جھڑی لگی کہ اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ جمعہ کے خطبے میں ایک بدو نے کھڑے ہو کر کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے مکان گر گئے ہیں اور مال مویشی پانی میں ڈوب رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی۔ بارش رک گئی۔

ابو ہریرہؓ کی ماں

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں۔ ایک روز ان کی والدہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت ابو ہریرہؓ روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور والدہ کی طرف سے صدمہ پہنچنے کی شکایت کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ سے دعا کی اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ حضرت ابو ہریرہؓ واپس آئے تو ان کی والدہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔

اندھی آنکھ میں بینائی

حضرت فدیکؓ نامی ایک صحابی اونٹ پر سے گر گئے۔ جس جگہ گرے نیچے سانپ کے انڈے تھے۔ وہ ٹوٹے اور زہر کے چھینٹے ان کی آنکھوں میں چلے گئے۔ جس سے ان کی بصارت جاتی رہی۔ وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی آنکھوں پر دم کیا۔ جس سے آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

کھانے میں برکت

حضرت ابو ہریرہؓ چند کھجوریں لے کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برکت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کھجوروں کو اپنے دست مبارک میں لے کر دعا کی اور پھر ارشاد فرمایا، ان کو توشہ دان میں رکھ لو۔ جس وقت ان میں سے کچھ لینا چاہو ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور توشہ دان کو کبھی نہ جھاڑنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے وہ چند کھجوریں اپنے توشہ دان میں رکھ لیں اور اسے اپنی کمر سے باندھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔

غزوہ تبوک کے دوران تیس ہزار مسلمانوں کی جمعیت نے بیس روز تک تبوک میں قیام فرمایا تھا۔ غذائی اجناس کی کمی محسوس ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا، یا محمد رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام !آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو حکم دیں کہ جس کے پاس جو توشہ ہے لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دعائے برکت فرمائیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور چمڑے کا فرش بچھانے کا حکم دیا۔ فوجیوں نے اپنے پاس موجود خوراک لا کر چمڑے کے فرش پر ڈھیر کر دی۔ کوئی چنوں کی مٹھی لے آیا، کوئی چھوہارے اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا لا کر رکھ دیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا دست مبارک اس ڈھیر پر رکھا اور دعا فرمائی اس کے بعد صحابہ سے فرمایا، اسے اپنے اپنے برتنوں میں ڈال کر لے جاو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سارے سپاہیوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

جنگ خندق

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام جس وقت مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اس وقت مدینہ کا رقبہ تقریبا تیس (۳۰) کلو میٹر تھا۔ اس میں بہتر (۷۲) قلعے تھے۔ جن میں انسٹھ (۵۹) قلعے یہودیوں کے تھے اور تیرہ (۱۳) قلعے مدینہ کے اعراب کے تھے۔ آبادیاں قبیلوں میں بٹی ہوئی تھیں۔ یہودیوں کے تین بڑے قبیلے تھے۔ ایک قبیلہ زرگر تھا، دوسرے قبیلہ کے لوگ کاشتکار تھے اور تیسرا قبیلہ چرم سازی میں مہارت رکھتا تھا۔

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس یہودی علما حاضر ہوئے، انہیں جب یقین ہو گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، ان کے اندر عصبیت عود کر آئی۔ بنی اسرایل کے علاوہ کسی اور قوم میں آخری نبی کا ظہور یہودیوں کے لئے جان لیوا تصور تھا۔

اعراب کے دو قبائل کے درمیان زمین کی ملکیت کا تنازع چل رہا تھا۔ ایک قبیلے کے سربراہ عبداللہ بن ابی نے تصفیہ کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی تھی۔ عبداللہ بن ابی مدینہ کے سارے قبیلوں کا سربراہ بننا چاہتا تھا لیکن لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ امین و صادق پیغمبر اسلام

مدینہ تشریف لارہے ہیں توانہوں نے اسے سربراہ بنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔اس کا عبداللہ بن ابی کو بہت قلق تھا۔

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام ان سب باتوں سے واقف تھے ۔آپ نے مدینہ کے یہودیوں سے رواداری، امن، مذہبی آزادی، عدل وانصاف، تعاون اور باہمی تعالقات میں خیر خواہی کا معاہدہ کیااور مدینہ میں بسنے والی تمام لوگوں کے لئے آئین مرتب کیا جو میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔

قریش مکہ نے مدینہ کے اعراب اور یہودیون کو الگ الگ خط بھیجے۔ جن میں مسلمانوں کی حمایت سے دست بردار ہونے اور سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کو مکہ والوں کے حوالے کر دینے کا مطالبہ تھااور مطالبہ نہ ماننے کی صورت میں دھمکی دی گئی تھی کہ مدینہ پر حملہ کر دیا جائے گا جس سے املاک کی تباہی، قتل وغارتگری اور عزت وناموس کی پائمالی کی ذمہ داری اہل مدینہ پر ہو گی۔

یہودیوں نے اگرچہ قریش مکہ کا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن ان کی سرشت میں شامل شر اور فساد زیادہ عرصہ چھپا نہ رہ سکا۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور اس کے بعد اثر ورسوخ میں اضافہ سے وہ درپردہ سازشیں کرنے لگے۔ معرکہ بدر کے بعد یہودیوں کے دو شاعر جنہیں فصاحت وبلاغت میں ملکہ حاصل تھا ملکہ پہنچ گئے۔ وہ اشعار اور لمبی بحر کی غزلیں مجمع میں سناتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کے جذبات کو بھڑکاتے تھے۔یہی سلسلہ مدینہ کے بازاروں اور محفلوں میں بھی شروع کر دیا گیا۔

کلام الٰہی، تعلیمات رسول اور سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہجو آمیز اشعار سے مسلمانوں کو بہت دکھ ہوا اور وہ اس ہرزہ سرائی سے رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ یہودیوں کی شر انگیزی اتنی بڑھی کہ مدینہ میں کشت وخون کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس یہودی زعما کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں میثاق مدینہ کی پاسداری کرنے کو کہا۔ یہودیوں نے نہ صرف عہد سے روگردانی کی بلکہ دیوار سے پتھر گرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے مار دینے کی کوشش بھی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور یہودیوں کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم صادر فرمادیا۔ یہودیون کو آلات حرب کے علاوہ اپنا سارا مال اسباب لے جانے کی اجازت تھی۔ زرگروں اور کاشتکار یہودیوں کے قبایل مدینہ بدر کر دیئے گئے۔

جنگ احمد کے بعد کفار مکہ کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ مسلمانوں سے اہل یہود کی عداوت اور میثاق مدینہ سے روگردانی سے قریش واقف تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں منافقوں کی موجودگی کا انہیں علم تھا۔ اس صورتحال سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے قریش نے یہودیوں اور منافقوں سے ساز باز کر کے مسلمانوں کا محاصرہ کرنے کا پروگرام بنایا۔

مدینہ کے اطراف میں آباد قبائل اور یہودیون نے کفار مکہ کے اتحاد سے پروگرام بنایا کہ مسلمانوں کو معاشی طور پر ختم کر دیا جائے اور تجارتی قافلوں کی ناکہ بندی کر دی۔ مدینہ کی معیشت پر اس کا بہت گہرا اثر مرتب ہوا۔ اس سے پہلے کہ معاشی طور پر مسلمان بد حال ہو جائےن سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہزار

جونواں کے ہمراہ دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے تاکہ تجارتی قافلوں کا راستہ کھلنے کے لئے مذاکرات کئے جائیں۔

یہود و قریش کے معاہدہ میں طے پایا تھا کہ جنگ کے اخراجات کا بڑا حصہ خیبر کے یہودی برداشت کریں گے۔ دس ہزار فوجیوں کا لشکر جمع ہو گیا۔ انٹیلی جنس نے اس صورت حال کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔

منافقین قریش مکہ کو اطلاع دے چکے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں موجود نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچانک واپسی پر منافقین کو حیرت ہوئی۔ کفار کا پروگرام یہ تھا کہ مدینہ پر حملہ اس وقت کیا جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں موجود نہ ہوں۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے مسلمانوں کو جمع کیا اور دس ہزار مسلح فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے صلح مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی نے مدینہ کے دفاع کا مشورہ دیا اور مدینہ کے گرد خندق کھودنے کی تجویز پیش کی۔ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس حکمت عملی کو پسند فرمایا اور خندق کی کھدائی شروع کر دی گئی۔ مدینہ کے مضافات میں پھیلے ہوئے کھیت اور باغات کی ساری پیداوار گوداموں میں ذخیرہ کر دی گئی۔ بچوں والی عورتوں کو قلعوں میں بھیج دیا گیا۔ خندق کے قریب گھروں کو خالی کروادیا گیا۔ خندق کے لئے ہر دس آدمیوں کے ذمہ چالیس گز زمین کھودنا متعین ہوا۔ مدینہ کا ہر مرد، ہر عورت حتیٰ کہ جو بھی بیلچہ اٹھانے اور کدال چلانے کے قابل تھا خندق کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ چھ دن کی شبانہ روز محنت سے پندرہ فٹ چوڑی پندرہ فٹ گہری اور چھ کلومیٹر کو یل خندق تیار ہو گئی۔

خندق کی کھدائی کے دوران اعجاز نبوت کے کئی واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے بکری ذبح کی اور ڈھائی کلو جو پیس کر آٹا گوندھا۔ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ تھوڑا سا کھانا تیار کرایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خندق کو پکار کر فرمایا۔ جابر نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے، سب آجاو۔ ایک ہزار افراد حضرت جابرؓ کے گھر پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنڈیا اور آٹے پر کپڑا ڈھک دیا۔ دس دس افراد کی جماعت دستر خوان پر آتی اور شکم شیر ہو کر اٹھ جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ہزار آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھا کر فارغ ہو گئے۔

ایک روز حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی کو ماں نے بلایا اور مٹھی بھر کھجوریں دے کر کہا کہ یہ کھجوریں اپنے باپ اور ماموں کو دے آو۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور پوچھا کیوں آئی ہو؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لڑکی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ نے میرے والد اور ماموں کے لئے کھجوریں بھیجی ہیں۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ لڑکی کے ہاتھ سے کھجوریں لے کر دستر خوان پر بکھیر دیں۔ اہل خندق کو کھانے کے لئے بلایا گیا اور ارشاد ہوا کہ کھانے کے لئے ایک ایک جماعت آئے۔ جماعت در جماعت اہل خندق دستر خوان پر جمع ہوتے رہے اور سب نے خوب سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔

خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر چٹان پر کدال ماری تو ایک شعلہ نکلا اور ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

"اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں۔اللہ کی قسم میں اس وقت شام کے سرخ محلات دیکھ رہاہوں۔"

پھر سیدناعلیہ والصلوۃ والسلام نے دوسری بار کدال ماری توچٹان کی دوسری تہائی ٹوٹ گئی اور ساتھ ہی کدال کے نیچے سے ایک اور شعلہ نکلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں۔خدا کی قسم! میں اس وقت کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔"

تیسری بار کدال چٹان پر لگی۔تب شعلہ نمودار ہوا۔حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا:

"اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔خدا کی قسم! میں یہاں سے صنعا کے دروازے دیکھ رہاہوں۔

حضرت سلمان فارسیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے فرمایا،"اے سلمان! میری امت روم وشام اور یمن وفارس کو فتح کرے گی۔"

خندق مدینہ منورہ کے شمال کی جانب کھودی گئی تھی۔ قریش اپنے اتحادیوں کے ہمراہ مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ سبقت کے زعم میں مبتلا منکرین اونٹ اور گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے مدینہ کی حدود میں پہنچے تو حیرت واستعجاب کی تصویر بن گئے۔ دفاع کا یہ حیرت انگیز طریقہ اس سے پہلے انہوں نے دیکھا،نہ سنا تھا۔جنگی ساز وسامان سے لیس لشکر خندق کے پار پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہوگیا۔اتحادی یہ سوچ کر آئے

تھے کہ ایک ہی روز میں مسلمانوں کو تہ تیغ کر کے فتح حاصل کر لیں گے ۔ مگر اہل مدینہ اور ان کے درمیان حائل خندق نے ان کو بے بس کر دیا۔ جس وقت مشرکین کی فوج مدینہ پہنچی تھی موسم بدل رہا تھا۔ سپاہیوں کو خیموں میں سردی لگ رہی تھی۔ فوج کو محاصرہ کرنا پڑا جس کے لئے وہ پہلے سے تیار نہ تھے۔

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خندق کے سامنے موجود تھے ۔ مشرک سردار روزانہ خندق تک آتے، ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوڑے دوڑاتے تھے۔ مگر خندق پار کرنے کا کوئی راستہ انہیں نہیں ملتا تھا۔ غیظ وغضب کے عالم میں وہ مسلمانوں کی طرف تیروں کی بوچھاڑ کرتے، جواب میں مسلمان تیرانداز ان پر تیر برساتے تھے۔

محاصر کی طوالت سے فوج میں بے چینی پھیل گئی۔ موسم کی سختی برداشت کرنے کی ان میں ہمت نہ رہی تو فوج کے سربراہون نے واپس لوٹ جانے کا پروگرام بنایا۔ لیکن اتنی بڑی تعداد میں فوج کو دوبارہ اکھٹا کرنا ممکن نظر نہیں آرہا تھا۔ یہودیون نے مدینہ میں آباد بنو قریظہ سے رابطہ کیا اور انہیں میثاق مدینہ توڑنے کی ترغیب دی۔ دوسری طرف لشکر اسلام میں موجود منافقین نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی مہم شروع کر دی۔

ترجمہ :

اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے ، جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا ۔ اور جب کہنے لگا ایک گروہ ان میں ، اے یثرت والون تم کو ٹھکانا نہیں سو پھر چلو اور رخصت مانگنے لگا ایک گروہ نبی سے ، کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، اور وہ کھلے نہیں پڑے ۔ اراصل وہ بھاگنا چاہتے تھے ۔ اور اگر شہر میں کوئی داخل ہو جاوے کناروں سے ، پھر ان سے چاہے دین سے پھر جانا رو لے لیں اور ڈھیل نہ کریں اس میں مگر تھوڑی ۔ (احزاب ۱۳۔۱۴)

منافقون کے پروپیگنڈے اور حلیف قبیلہ کی جانب سے عہد توڑنے کی خبرون سے مسلمانوں کو تشویش ہوئی اور انہوں نے بارگاہ رسلات میں دست بدستہ عرض کیا کہ ہمیں منافقوں کی ریشہ دوانیوں اور یہود کی بدعہدی کا خطرہ لاحق ہے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے انتہائی سکون اور یقین سے فرمایا، مشرکون کو یہودیون کی کمک پر بھروسہ ہے جبکہ میں اللہ کی مدد پر یقین رکھتا ہوں۔ یقین رکھو! اللہ ہمیں بے یارومددگار نہیں چھوڑے گا۔

سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان سے مسلمان فوج میں نیا حوصلہ اور ولولہ پیدا ہو گیا اور انہیں اللہ کی مدد و نصرت کا یقین ہو گیا۔

ترجمہ :

اور جب دیکھیں مسلمانوں نے فوجین ، بولے یہ وہی جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور بڑھا یقین اور اطاعت کرنا ۔ (احزاب ۔۲۲)

خندق کے پار دس ہزار فوج دو ہفتے سے سردی میں ٹھٹھر رہی تھی اور جب غذا اور مویشیوں کی خوراک کا مسئلہ کھڑا ہوا تو فوج کا سپہ سالار بغاوت کے خدشہ سے پریشان ہو گیا۔ دس ہزار فوج جمع کرنے والے قریش، یہودی اور ان کے اتحادی قبائل بے بسی کے عالم میں خندق کے پار سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے۔ مسلمانوں میں موجودہ منافقوں کی ساز باز بھی ان کے کسی کام نہ آئی اور وہ مسلمانوں کے حلیف قبائل کو عہد توڑنے پر رضامند نہ کر سکے تھے۔

ترجمہ :

اے ایمان والوں ! یاد رکرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب ائیں تم پر فوجیں ، پھر ہم نے بھیجی ان پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور ہے اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھتا ۔ (احزاب ۔ ۹)

باطل پر اتحاد کرنے والے ابھی کسی فیصلے پر منتق نہیں ہوتے تھے کہ رات کو اتنی تیز آندھی آئی کہ خیمے ہوا میں غباروں کی طرح اڑنے لگے۔ لشکر میں روشن الاو بجھ گیا۔ شدید بارش سے سردی بڑھ گئی۔ سپاہیوں کے ہاتھ پیر سن ہو گئے۔ لشکر نے جہاں پڑاو ڈالا تھا وہ جگہ سیلاب کی پانی سے بھر گئی۔ ابو سفیان ناگہانی آفات سے گھبرا کر کھونٹے سے بندھے ہوئے اونٹ پر سوار ہو گیا۔

اونٹ بھگانے کے لئے پے در پے وہ تازیانے مار رہا تھا وہ اتنا گھبرایا ہوا اور خوف زدہ تھا کہ اس کے ذہن سے یہ بات بھی نکل گئی کہ اونٹ بندھا ہوا ہے بالال خر، مشرکوں کی فوج مدینے کا محاصرہ چھوڑ کر الٹے پاوں بھاگ گئی۔

تغیرات میں مقناطیسی عمل کارفرما ہے۔ حدت یا گرمی ایک قابل پیمائش حرکت یا تھرتھراہٹ ہے۔ کیمیائی عمل ہو، برقی حرارت ہو یا سورج کی شعاعیں ہوں ان میں حرکت ایک بنیادی عنصر ہے۔

ہر مخلوق کی زندگی میں پانی کی طرح ہوا کا بھی عمل دخل ہے۔ ہوا سورج کی مدد سے بخارات کو بلندی کی طرف اڑاتی ہے اور ان بخارات کو ذرہ ذرہ کر کے بادل بناتی ہے۔ پھر ان بادلوں کو فضا میں ادھر ادھر چلاتی پھرتی ہے اور یہ بخارات بارش کے قطرے بن کر زمین کو سیراب کرتے ہیں۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں۔

مشرقی ہوا بادلوں کو اوپر کی طرف لے جاتی ہے۔ شمالی ہوا بادلوں کے ٹکڑوں کو یکجا کرتی ہے۔ جنوبی ہوا بادلوں کو ٹپکنے کے قابل بناتی ہے اور مغربی ہوا قطرات کو بارش میں تبدیل کر کے زمین کو سیراب کرتی ہے۔

ترجمہ:

ہم ہی ہوا کو بھیجتے ہیں جو کہ بادل کو پانی سے بھر دیتی ہے۔ پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں۔ پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہیں رکھ سکتے تھے۔

ہوا بادلوں کو اڑا کر جب مختلف مقامات پر لے جاتی ہے تو کاشتکار زمین میں غلہ اگاتے ہیں۔ سمندر میں کشتیاں بھی ہوا کے دوش پر چلتی ہیں۔ ہوا ان کو ایک ملک سے دوسرے ملک لے جا کر انسانی ضروریات کا سامان فراہم کرتی ہے۔ ہوا گرد و غبار اور ریت اڑا کر باغوں میں لاتی ہے اور اس سے درخت توانائی حاصل

کرتے ہیں۔ ہوا کے دوش پر بے شمار چیزیں ساحل سمندر پر آجاتی ہیں اور لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہوا اشرف المخلوقات انسان اور انسان کے لئے تخلیق کردہ ذیلی مخلوقات کو متحرک اور مستعد رکھتی ہے۔

علمائے باطن کہتے ہیں کہ روح کی آنکھ دیکھتی ہے کہ:

ہوا ایک مخلوق ہے۔اس مخلوق میں تناسل کا سلسلہ جاری ہے۔ ہوا بچپن کا دور گزرا کر جوان ہوتی ہے اور جوانی کے بعد اس پر انحطاط بھی ہوتا ہے۔ ہوا ایک جرثومہ ہے جو ثابت مسور کی دال کی طرح ہے۔ یہ گول، چپٹا اور چکنا جرثومہ بیکٹیریا سے زیادہ چھوٹا اور بیکٹیریا سے زیادہ تیزی سے نشوونما پاتا ہے۔ ہوا کی تخلیق کے زون کھلے ریگستان اور سمندر کی اندرونی سطح ہے۔

زمین کے اندر ایک مخلوق ٹڈی (Grass Hopper) ہے۔ٹڈی زمین میں سے نکل کر جب فضا میں اڑتی ہے تو اتنی زیادہ تعداد میں ہوتی ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان پردہ بن جاتی ہے۔اور زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔اس کے برعکس ہوا کی مخلوق ٹرانسپیرنٹ ہوتی ہے اور ہوا کے جرثومے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ وہ مادی آنکھ اور دوسری خوردبینی آلات سے نظر نہیں آتے۔ لیکن جب ان کی رفتار میں شدت ہوتی ہے تو وہ آندھی اور ہوائی طوفان بن جاتے ہیں۔ بڑی بڑی فلک بوس عمارتوں اور دیوہیکل مشینوں اور بڑے بڑے شہروں کو سیکنڈوں میں نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ ہوا کی مخلوق پر سبز رنگ غالب ہے لیکن جب ہوا میں شدت آجاتی ہے تو سرخ رنگ غالب ہو جاتا ہے۔ ہوا میں وہ تمام رنگ بھی موجود ہیں جو دوسری مخلوقات میں ہیں۔

ہوا کے اندر توانائی اتنی زیادہ ہے کہ وہ تیس چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے اور بعض اوقات ہوا کی رفتار ایک سو بیس میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ سمندروں میں طوفان بادو باراں دو سو چالیس کلو میٹر فی گھنٹہ کے حساب سے گھومتے ہوئے، بیس کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے آگے بڑھتا ہے۔ سمندروں کی لہروں کی طاقت اور رفتار میں براہ راست ہوا کا عمل دخل ہے۔

غزوہ بدر میں جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مٹھی بھر مٹی پھینکی تو ہوا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اس ہی طرح غزوہ احزاب کے موقع پر تیز آندھی آئی۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ بارش نے میدان کارزار کو جل تھل کر دیا۔ تیز و تند بارش اور ہوا نے، لشکر کے اعصاب کو منجمد کر دیا اور خوف و دہشت میں باطل فوج کے پیر اکھڑ گئے اور وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ گئے۔

ترجمہ:

ہونی سدنی۔ کیا ہے وہ ہونی شدنی؟ اور تم کیا جانو وہ کیا ہے ہونی شدنی۔ ثمود اور عاد نے اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کو جھٹلایا تو ثمود ہلاک کئے گیے حد سے گزری چنگھاڑ سے اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا۔ دیکھو بچھرے ہوئے گویا وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں۔ اب کیا ان میں سے کوئی تمہیں باقی بچا نظر آتا ہے۔ (الحاقۃ)

سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۶ میں بتایا گیا ہے کہ قوم عاد ایک شیدی جما دینے والی یخ بستہ آندھی کے ذریعہ تابہ کر دی گئی تھی۔

حضرت عائشہؓ کی برات

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام کا نور تیزی سے پھیلا۔ کفار مکہ اس صورت حال سے پریشان تھے۔ انہوں نے مدینہ پر سیاسی تسلط قائم کرنے کے لئے یہودیوں کے ساتھ جنگی معاہدہ کیا اور مدینہ کے گرد و نواح میں آباد قبائل کو اپنا تحادی بنالیا۔ مدینہ کے تجاری قافلے ان گزر گاہوں سے نہیں گزر سکتے تھے کہاں اتحادی قبایل آباد تھے۔ اس طرح مدینہ اقتصادی محاصرے میں آگیا۔ منصوبے کے اگلے مرحلے میں منافقوں کے سربراہ عبداللہ بن ابی نے قریش مکہ کے ساتھ مل کر قبیلہ بنو مصطلق کو مسلمانوں پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا تا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حملہ آوروں سے نمٹنے کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے جائیں اور ان کے پیچھے مدینہ میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا جائے۔

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کو سازش کا علم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق کے متوقع حملے کی پیش بندی کے لئے احکامات صادر کئے اور جوابی کاروائی کے لئے تیس افراد پر مشتمل دستہ ترتیب دیا اور بنو مصطلق کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ بنو مصطلق اس صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ دو سو افراد پر مشتمل بنو مصطلق کا لشکر شکست سے دوچار ہوا اور پورا قبیلہ اسیر ہو گیا۔

سید نا علیہ الصلوۃ والسلام ایک گروہ کی قیادت عبداللہ بن ابی کے سپرد کر کے اپنے ہمارہ محاذ جنگ پر لے گئے تھے اور اس طرح منافقوں کی جماعت مدینہ میں سربراہ کے بغیر رہ گئی۔اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی غیر موجودگی میں مدینہ پر حملہ کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

قیدیوں میں قبیلہ کے سربراہ کی بیٹی برہ بھی شامل تھیں۔ غنائم اور قیدی مسلمانوں میں تقسیم ہوئے تو برہ حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ برہ نے بے بسی کے عالم میں روتے ہوئے التجا کی میں ہر گز کنیز نہیں ہوں۔ سید نا علیہ الصلوۃ والسلام نے زر فدیہ ادا کر کے انہیں آزاد کرادیا اور آپ سید نا علیہ الصلوۃ والسلام کی زوجیت میں آگئیں۔ ازواج مطہرات میں آپ حضرت جویریہ بنت حارثؓ کے نام سی پہچانی جاتی ہیں۔

قبیلہ بنو مصطلق کے سارے لوگ حضرت جویریہؓ کے رشتہ دار تھے اس نسبت سے صحابہ کرامؓ نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ قبیلہ کے لوگ مسلمانوں کی جوانمردی اور لطف و عنایت اور حسن سلوک سے متاثر ہوئے اور سب مسلمان ہو گئے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی لشکر ابھی اسی مقام پر قیام پذیر تھے کہ دو مسلمان بھائیوں میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ پست ذہن عبداللہ بن ابی نے اس معمولی واقعہ کا فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ وہ اسلامی لشکر کے انصار دستہ میں پہنچ گیا اور کہا، میں آج کے دن سے پہلے مر جاتا تو اچھا تھا۔ آج سے زیادہ رسوا کن دن میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ تم نے مہاجر مسلمانوں کو ٹھکانہ دیا۔ اپنا مال واسباب ان پر لٹا دیا۔ ان کی خاطر اپنے بیوی بچوں کو معاشی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا۔ اس کا صلہ یہ ملا کہ مدینہ میں ان کی تعداد بڑھ رہی ہے اور تم اقلیت بن گئے ہو اور اب وہ تمہارے مقابلے پر آگئے ہیں۔ میری مانو تو انہیں مار مار کر مدینے سے نکال دو تا کہ انہیں اپنی حیثیت کا اندازہ ہو جائے۔

انصار مدینہ کے دل میں اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے بدگمانی پیدا کرنے میں عبداللہ بن ابی منافق کو جب خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تو وہ مہاجر دستے کے پاس گیا اور ان سے کہا، تم لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ آئے۔ کٹھن سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اسلام کے نام پر تم نے زندگی کی آسائشوں کو چھوڑا اور بدلے میں تمہیں جھڑکیاں اور بدگمانیاں ملیں۔ عبداللہ بن ابی نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا، اس دفعہ تو تم سراسر گھاٹے میں رہے، تم لوگ مال غنیمت سے محروم کر دئے گئے ہو۔ انصار کے پاس گھر بار اور ذرائع معاش موجود ہیں، لیکن زیادہ تر مہاجرین مسلمان تہی دست ہیں اور انصاریوں پر تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ مال غنیمت نہ ملنے سے جتنا

نقصان تم لوگوں کو پہنچا ہے انصاریون کو اتنا گھاٹا نہیں ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کو بد گمان کرنے کے لئے اس نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلے کے سردار سے ناتا جوڑ لیا ہے اور تم لوگ بغیر کچھ لئے دیئے اپنے قیدی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اب جبکہ مدینہ واپس جا رہے ہو تو تمہارے ہاتھ اسی طرح خالی ہیں جس طرح اس پر مشقت سفر کے لئے روانہ ہوتے وقت تھے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو منافق عبداللہ بن ابی کی سر انگیزی کا پتہ چلا تو بے حد کبیدہ خاطر ہوئے اور اپنے تدبر اور کلام نبوت سے بھائی چارہ اور اخوت کا درس دیا اور فوری طور پر کوچ کا حکم جاری ہوا۔ مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہو گیا۔

واپسی میں قافلے نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس سفر میں شریک تھیں، ضرورت کے تحت اونٹ سے اتریں، قافلہ جب دوبارہ روانہ ہوا تو کجاوے کا پردہ گرا ہوا تھا۔ قافلہ والے حضرت عائشہؓ کی موجودگی سے لاعلم تھے۔ حضرت عائشہؓ قافلے سے پیچھے رہ گئیں۔

حضرت صفوان بن معطلؓ قافلہ کے پیچھے چلنے کی ذمہ داری انجام دے رہے تھے۔ قافلہ کی گری پڑی اشیائ کو سنبھالنا اور مالک تک پہنچا دینا ان کے ذمہ تھا۔ وہ جب پڑاو کے مقام تک پہنچے تو انہیں وہاں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو قافلے سے بچھڑا ہوا پایا۔ سیدہ عائشہؓ نے انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضرت صفوان بن معطلؓ نے سفر کے لئے انہیں اپنا اونٹ پیش کیا اور خود اونٹ کی لگا تھام لی۔

اسلامی کاروان تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گیا، حضرت صفوانؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ بعد میں مدینہ پہنچے۔ منافقین سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے رفقا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ انہیں اپنے سیاہ باطن کی اظہار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا لگانے کا موقع مل گیا۔ عبداللہ بن ابی منافق اپنے ہمنوا ٹولے کے ہمراہ صبح سے شام تک مدینہ کی گلی کوچوں میں فتنہ پھیلانے میں مصروف رہتا۔ عصمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اطہر پر بہتان تراشی کا طوفان اٹھا دیا گیا۔ یہودی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر انصار اور مہاجر مسلمانوں کے درمیان جھگڑے اور سیدہ عائشہؓ پر بہتان کی تشہیر میں یہودیوں نے کوئی وقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ منافقوں نے مہاجر و انصار کی عصبیت کو بھڑکایااور حضرت صفوان بن معطلؓ کی ہجو کہنے پر اکسایا۔ انہوں نے تخیلات کے زور پر ایک موہوم واقعہ کو کچھ اس طرح بڑھاچڑھا کر پیش کیاکہ دیگر سادہ لوح مسلمان بھی شیطانی وسوسے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام شدید آزردہ خاطر ہوئے۔

اسلامی تذکرہ نویسوں نے لکھاہے کہ یہ صورت حال تقریباایک ماہ تک رہی اوراس دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ پر شدید ذہنی کرب والم کے لمحات گزرے۔ یہاں تک کہ ایک دن سیدناعلیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس پہنچے اور فرمایا عائشہ ! جانتی ہو کہ لوگ تمہارے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عائشہؓ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہو گیااور انہوں نے بڑی مشکل سے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میرے بارے میں جو کچھ کہاجارہاہے وہ سراسر جھوٹ ہے۔افترا ہے۔

اسی لمحہ وحی نازل ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بے گناہی اور برات کے بارے میں سورہ نور کی آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ:

جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت عائشہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے ۔ تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ۔ ان میں سے ہر شخص کو ، جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا ہے سخت سزا ہو گی ۔ جب تم نے یہ بات سنی تو ایمان والے مرد اور عورتون نے نیک گمان کیوں نہیں کیا اور کیوں ایسا کہا کہ صریح جھوٹ ہے ۔ یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے ۔ سو جس صورت میں یہ لوگ گواہ نہیں لائے ۔ بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔ اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو دنیا اور آخرت میں جس شغل میں تم پڑے ہوئے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہو تا ۔ جب کہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے من ہ سے ایسی باتیں کہہ رہے تھے جس کی تم کو خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے ۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری رات ہے ۔ اور تم نے جب اس کو سنا تھا تو یوں نہیں کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں ۔ یہ تو برا بہتان ہے ۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ برا جاننے والا ہے ، برا حکمت والا ہے

(آیت ۱۱-۲۹)

اللہ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے لئے برات کی یہ آیتیں نازل ہونا بلاشبہ بہت بڑا اعجاز ہے۔

اس واقعہ سے دین اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے مرد و خواتین کے اعمال کو برابری عطا کی ہے۔

قرآن نے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی برات کا تذکرہ کیا ہے اس طرح حضرت عائشہؓ کے بارے میں قرآن میں آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

ترجمہ:

اس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس سر زمین میں قدم جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا انتظام کیا اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے ۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔ اس طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں۔

جس عورت کے گھر میں وہ تھا وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک روز دروازے بند کر کے بولی آ جا یوسف نے کہا ، خدا کی پناہ میرے رب نے تو مجھے اچھی منزلت بخشی ۔ ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے ۔ وہ اس کی طرف بڑھتی اور یوسف بھی اس کی طرف بڑھتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا ایسا ہوا ، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیں۔ درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ آخر کار یوسف اور وہ آگے پیچھے دروازے کے طرف بھاگے اور اس نے پیچھے سے یوسف کی قمیض پھاڑ دی ۔ دروازے پر دونوں نے اس کے شوہر کو موجود پایا۔ اسے دیکھتے ہی عورت کہنے لگی ۔ کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری گھر والی پر نیت خراب کرے؟ اس کے سوا اور کیا سزا ہو سکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے سخت عذاب دیا جائے ۔ یوسف نے کہا یہ مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی ۔ اس عورت کے اپنے قبیلے والوں میں ایک شخص نے شہادت پیش کی کہ اگر یوسف کی قمیض آگے سے پھٹی ہو تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا اور اگر اس کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہو تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچا ۔ جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو اس نے کہا یہ تم عورتوں کو چالاکیاں ہیں واقعی بڑے غضب کی ہوتی ہیں تمہاری چالیں۔ یوسف اس معاملے سے درگذر کر اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ تو ہی اصل میں خطا کار تھی ۔

(سورہ یوسف)

ترجمہ:

اے انسانوں ! تم سب کو اللہ نے ایک ہی مرد اور عورت سے پید اکیا ہے اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں اس لئے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہنچان سکو ، یقینا اللہ کے نزدیک وہ شریف ہے جو پر ہیز گار ہے ۔

(سورہ الحجرات)

ترجمہ:

تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور سچ بولنے اور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور نگہبانی کرنے والے شرم گاہ اپنی کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کے بہت اور اور یاد کرنے

والیان ، تیار کیا ہے اللہ نے ان کے واسطے بخشش اور اجر بڑا۔
(سورۃ احزاب۔۳۵)

حدیبہ میں کنواں

صلح حدیبہ کے وقت مسلمانوں نے ایسے پتھریلے علاقہ میں پڑاؤ ڈالا تھا جہاں پانی نہیں تھا۔ البتہ ایک کنواں تھا۔ جو عرصے سے خشک پڑا تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک تیر حضرت ناجیہؓ کو دیتے ہوئے فرمایا اس خشک کنویں میں اترو اور اس کے بیچ میں یہ تیر گاڑ دو تیر گاڑتے ہی کونیں میں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

بنو سعد کا کنواں

بنو سعد بن ہذیم کا ایک وفد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں تبوک کے مقام پر حاضر ہوا اور عرض کیا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے کنویں میں پانی بہت کم ہے۔ گرمیوں کا موسم ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہمارا خاندان پانی کی تلاش میں منتشر ہو جائے گا۔ ہمارے لئے دعا کریں کہ کنوئیں میں پانی پورا ہو

جائے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کنکریاں طلب کر کے ان کو ہاتھ میں لے کر ملا اور فرمایا، یہ کنکریاں بسم اللہ پڑھ کر ایک ایک کر کے کنویں میں ڈال دینا۔

بنو سعد بن ہذیم کے وفد کے لوگ کنکریاں لے کر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہدایت کے مطابق کنکریاں کنویں میں ڈال دیں۔ کنویں میں کنکریاں کا ڈالنا تھا کہ کنویں میں پانی بھر گیا اور پھر کبھی پانی کی قلت نہیں ہوئی۔

تبوک کے راستے میں پانی

تبوک کے راستے میں وادی مشقق کی ایک چٹان میں پانی کا چشمہ تھا۔ چشمہ سے پھوٹنے والا پانی اس قدر تھا کہ صرف تین آدمی اس سے سیر ہو سکتے تھے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے آگے جانے والوں سے فرما دیا تھا کہ وہ چشمہ سے پانی نہ نکالیں جب تک کہ ہم نہ پہنچ جائیں۔ منافقوں کا گروہ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے وہاں پہنچا اور اس کا سارا پانی نکال کر ضائع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو انہیں اس امر کی اطلاع دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سواری سے نیچے اتر آئے اور چٹان کے نیچے ہاتھ مبارک رکھا اور دعا فرمائی تو چٹان سے پانی فوارے کی طرح ابل پڑا۔

مشکوں میں پانی کم نہیں ہوا

ایک سفر میں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پانی ہے نہیں اور پیاس بہت زیادہ لگ رہی ہے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ نے دیکھا کہ ایک عورت پانی سے بھر ہوئی دو مشکیں اونٹ پر لے کر آرہی ہے۔ اس سے پوچھا کہ پانی کا چشمہ یہاں سے کتنا دور ہے۔ اس نے جواب دیا میرے قبیلے اور چشمے کے درمیان ۲۴ گھنٹے کا فاصلہ ہے۔ حضرت علیؓ اس عورت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوا کر ایک مشک سے تھوڑا سا پانی انڈیل اور دعا فرمائی۔ پانی دوبارہ مشک میں ڈال دیا۔ صحابہ کرام نے سیر ہو کر پانی پیا اور برتن پانی سے بھر لئے لیکن مشکیں پانی سے بھری رہیں۔ عورت حیرت واستعجاب کی تصویر بنی یہ سارا ماجرا دیکھ رہی تھی۔ جب سب لوگ پانی پی چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس عورت کو کھجوریں دے کر رخصت کردو۔

پانی ایسا سیال ہے جو پھیلنے اور سمٹنے کی بدرجہ اتم صلاحیت رکھتا ہے۔ پانی ایک پیالہ میں ہو، گلاس میں ہو یا مٹکے میں ہو، تالاب، دریا اور سمندر میں ہو جتنا چاہے خود کو پھیلا دیتا ہے اور جتنا چاہے خود کو سمیت لیتا ہے۔ پانی کی یہ صلاحیت پانی کا لاشعور ہے۔

ہر زندگی میں پانی کا عمل دخل تین حصے ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ پانی کی فطرت نشیب میں بہنا ہے لیکن اس کے برعکس پانی ۸۰ فٹ ناریل کے اونچے درخت میں سربند پیالے (ڈاب) میں جمع ہو جاتا ہے اور جب نشیب میں طوفانی صورت اختیار کرتا ہے تو پورے پورے شہر اپنے قدموں میں روند کر ویران کر دیتا ہے۔

زمین جب سے وجود میں آئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک سمندر کئی بار اپنی جگہ بدل چکا ہے، جہاں اب خشکی ہے، کبھی وہاں پانی تھا اور جہاں اب سمندر ہے، وہاں کسی زمانے میں زمین پر آبادی تھی۔ ماہرین کے مطابق دنیا کے بہت سے حصوں میں سمندر خشکی کی طرف بڑھ رہے ہیں، بہت سے جزیرے سمندر میں چھپ گئے ہیں اور سمندر میں غرق خشکی کے حصے دوبارہ نمودار ہو رہے ہیں۔

سائنس دانوں کے مطابق زمین کی سطح متحرک ہے۔ سطح زمین کے نیچے پگھلی ہوئی چٹانیں ہیں۔ سیاہ چٹانوں پر مشتمل مادہ (Matter) بھی سست روی سے متحرک ہے۔ جس کی وجہ سے قشر ارض بڑی بڑی پلیٹوں ٹوٹ گیا ہے۔ پلیٹیں جہاں سے کھسک جاتی ہیں، زمین وہاں سے پھٹ جاتی ہے اور کھائیاں اور سمندر بن جاتے ہیں۔ بعض جگہوں پر کھنچاو کی وجہ سے سلوٹیں بن جاتی ہیں۔ زمین کی سطح پر نمودار ہونے والی یہ سلوٹیں پہاڑی سلسلے ہیں۔

زمین پر تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ایک خلیئے پر مشتمل جاندار سے لے کر بارہ کھرب سیلز سے مرکب آدمی اور عظیم الجثہ حیوانات سب کی زندگی پانی سے شروع ہوئی ہے۔ خشکی پر رہنے والی مخلوق اور پانی میں آباد مخلوق سمیت تمام جانداروں کے خون میں سوڈیم، پوٹاشیم اور کیلشیم کی نسبت رہی ہے جس نسبت سے یہ کیمیاوی عناصر سمندر کے پانی میں پائے جاتے ہیں۔

سمندر میں نمک، گھانس پھونس، Sea Food اور دیگر سمندری مخلوق کے علاوہ بیش بہا معدنیات اور کیمیائی اجزا موجود ہیں ایک مکعب میل سمندری پانی میں بارہ کروڑ تراسی لاکھ ٹن سادہ نمک، ایک

کروڑ اسی لاکھ ٹن میگنیشیم کلورائیڈ، اٹھرالاکھ ٹن میگنیشیم سلفیٹ، انسٹھ لاکھ ٹن کیلشیم سلفیٹ اور تین لاکھ ساٹھ ہزار ٹن میگنیشیم برومائڈ کے علاوہ آیوڈین، لوہا، تانبا، چاندی اور سونا بھی شامل ہوتا ہے۔

سمندر کا پانی کھاری ہوتا ہے لیکن بعض ساحلوں کے قریب اس میں میٹھے پانی کے چشمے ملتے ہیں۔ سمندروں کی تہہ کے نیچے میٹھے پانی کے چشمے جاری رہتے ہیں۔ میٹھا پانی سمندر کے پانی سے ہلکا ہوتا ہے۔ جہاں کہیں سمندر کی تہہ کو توڑ کر میٹھا پانی باہر نکلتا ہے اور ہلکا ہونے کی وجہ سے اوپر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے ایسی جگہ سمندر کی سطح پر بلبلے دکھائی دیتے ہیں۔

سمندر کے پانی میں نمک کی مقدار دیگر کیمیاوی اجزا کی نسب زیادہ ہے۔ جن مقامات میں دریا میٹھا پانی لے کر سمندر میں آملتے ہیں وہاں سمندری پانی میں نمک کم ہے اور جہاں میٹھے پانی کی آمیزش کم ہے یا جہاں جہاں پانی زیادہ مقدار میں بخارات بن کر اڑتا ہے وہاں سمندر کے پانی میں نمک زیادہ ہے۔

سورج کی گرمی سے سمندروں، دریاوں اور جھیلوں کا پانی بکارات میں تبدیل ہوتا ہے۔ بخارات بادل بن جاتے ہیں اور ہوا بادلوں کو اڑا کر لے جاتی ہے۔ پہاڑوں اور میدانوں میں بارش برستی ہے۔ فضا میں

موجود گیسز اور پہاڑ وسے مختلف عناصر اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ یہ پانی زمین کی مٹی میں نمی پیدا کرتا ہے جو حیاتیاتی پروسس کالازمی جزو ہے۔

بخارات سے بھری ہوئی ہوا کا درجہ حرارت کسی وجہ سے کم ہو جائے تو بخارات قطروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے فضا میں موجود خاکی ذرات پر بسیرا کرتے ہیں۔ جب یہ قطرے بھاری ہو جاتے ہیں تو بارش کی شکل میں زمین پر گرنے لگتے ہیں۔

بادلوں کے اندر موجود پانی کے ہر قطرے پر مثبت یا منفی چارج موجود ہوتا ہے۔ یہ ذرات جب آپس آپ میں ٹکراتے ہیں تو بیشتر مثبت چارج بادلوں کے اوپر کے حصے میں اور بیشتر منفی چارج بادلوں کے نچلے حصے میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس چارج کی طاقت لاکھوں وولٹ ہوتی ہے۔ ایک بادل کے منفی ذرات جب دوسرے بادل کے مثبت ذرات سے ٹکراتے ہیں یا بادل کے منفی ذرات زمین پر موجود اشیا کے مثبت ذرات سے ٹکراتی ہیں تو بجلی کو کندا (Spark) لپکتا ہے۔ اسپارک سے آس پاک کی ہوا شدید گرم ہو جاتی ہے۔ ہوا کا درجہ حرارت تقریباً تینتیس ہزار سینٹی گریڈ تک بڑھ جات اہے۔ گرم ہوا تیزی سے پھیلتی ہے اور ارد گرد کی سرد ہوا سے ٹکراتی ہے۔ جس سے شدید دھاکہ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ گرج اور چمک کا یہ عمل اگرچہ یہ یک

وقت واقع ہوتا ہے لیکن آواز کی لہریں روشنی سے کم رفتار ہونے کی وجہ سے گرج، چمک کے بعد سنائی دیتی ہے۔

سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ ایک سیکنڈ میں دنیا بھر میں تقریباایک سو اسپارک وجود میں آتے ہیں اور بجلی کے ایک اسپارک میں اتنی توانائی موجود ہوتی ہے جس سے ایک چھوٹے شہر کی ایک سال کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ بجلی کی چمک سی پیدا ہونے والی حرارت اور توانائی سے بادلوں میں پانی کے ذرات شکست وریخت کے عمل سی گزرتے ہیں اور فضامیں موجود دیگر گیسز کے ساتھ کیمیائی تعمال کرتے ہیں ۔ جس سے آکسیجن، ہائیدروجن اور نائٹروجن کی ایسی کیمائی ترکیب بنتی ہے جس کا اصطلاحی نام امونیم نائٹریٹ ہے۔ یہ ایک بہترین کھاد ہے۔ یہ کھاد پانی میں حل ہو کر جب زمین میں جذب ہوتی ہے تو پودوں اور فصلوں کو نئی زندگی عطا کر دیتی ہے۔ ایک مرتبہ کی چمک سے پیدا ہونے والی کھاد ہزاروں لاکھوں ٹن مقدار میں ہوتی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مکعب کلو میٹر پانی بارش کی صورت میں دنیا کے براعظموں کو مہیا ہوتا ہے۔ یہ مقدار سطح زمین پر موجود پانی کا صرف ایک فیصد ہے اور زیر زمین پانی کا ہزارواں حصہ ہے۔ بارش کا پانی ندی، نالوں، جھرنوں، آبشارون اور دریاوں سے ہوتا ہوا سمندر میں مل جاتا ہے۔

بارش کا چار حصے پانی بھاپ بن کر اڑ جات اہے یا بہہ کر سمندر میں چلا جات اہے، ایک حصہ پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔ زمین کے اندر چٹانوں میں مسام ہوتے ہیں۔ پانی مٹی اور مسام دار چٹانون سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ پانی کی گزر گاہ میں جہاں غیر مسام دار چٹانوں کی کوئی تہہ آجاتی ہے، پانی وہیں رک جاتا ہے۔ پانی آگے نہیں بڑھتا اور جمع ہوتا رہتا ہے اور اس طرح مسام دار چٹانوں کے مسام اور دراڑیں پانی سے بھر جاتی ہیں۔

زمین دوز پانی کے ذخائیر ہزاروں کلو میٹر سالانہ کی رفتار سے زمین کے اندر سفر کرتے رہتے ہیں۔ زمین کی نچلی تہون میں ہزارون سال تک پانی محفوظ رہتا ہے۔ زمین دوز پانی کی بالائی سطح موسم کے ساتھ ساتھ اونچی نیچی ہوتی رہتی ہے۔ خشک موسم میں زمین تھوڑا پانی جذب کرتی ہے اور برسات میں چٹانوں کی دراڑیں اور مسام بالکل بھر جاتے ہیں، جہاں کہیں زیر زمین پانی کی سطح اونچی ہوتی ہے پانی کا چشمہ ابل پڑتا ہے اور جہاں ضرورت ہو کنوان کھود کر زیر زمین پانی کے ذخائر کو استعمال کیا جاتا ہے۔

ترجمہ :

لوگوں! ابندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلوں کو شاید تم پرہیز گاری اختیار کرو جس نے بنا دیا زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے تمہارے لئے رزق، پس تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کے برابر نہ بناو - (البقرہ۔۲۱۔۲۲)

ترجمہ :

اور جس نے خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا - اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندگی دی اسی طرح ایک روز تم زمین سے برآمد کئے جا و گے - (الزخرف۔ ۴۳)

ترجمہ :

اس نے آسمانوں اور میں کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے - وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے - اور سورج اور چاند اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ سب ایک وقت مقررہ تک حرکت کرتے رہیں گے - دیکھو وہی غالب بخشنے والا ہے - (الزہر۔ ۵)

ترجمہ :

اللہ ہی ہے جو ہوائوں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لئے ہوئے بھیجتا ہے - پھر وہ پانی سے بھرے ہوئے بادل

اٹھا لیتی ہیں تو انہیں کسی مردہ سر زمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر طرح طرح کے پھل نکالتا ہے اور اسطرح ہم مردوں کو حالت موت سے نکالتے ہیں شاید کہ تم اس مشاہدے سے سبق حاصل کرو۔ جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اس طرح ہم نشانیوں کو بار بار پیش کرتے ہیں اس قوم کے لئے جو کہ شکر کرنے والی ہے ۔

(الا عراف۔ ۵۷)

ترجمہ :

خدا ہی تو ہے جو ہوائوں کو چلاتا ہے۔تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلا تا ہے ۔ جس طرح چاہتا ہے اور انہیں ٹکریوں میں تقسیم کرتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکتے ہیں۔ یہ بارش جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکا یک وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے نزول سے پہلے وہ مایوس ہو رہے تھے ۔ دیکھو اللہ کی رحمت کے اثرات کہ مردہ پڑی ہوئی زمین کو وہ کس طرح زندہ کر دیتا ہے ۔ یقینا وہ مردوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر ہم ایک ایسی ہوا بھیج دیں جس کے اثرات سے وہ اپنی کھیتی کو زرد پائیں تو وہ کفران نعمت اور نا شکری کرنے لگیں ۔

(الروم - ۴۸)

آیت مقدسہ کے معانی اور مفہوم پر غور کرنے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زندگی کا دارومدار پانی کے اوپر ہے۔ خود اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم آسمان سے پانی نازل کرتے ہیں اور اس میں سے تمہارے لئے رزق اور پھل پیدا کرتے ہیں اور جب مردہ زمین پر بارش برستی ہے تو اسکے اندر زندگی دوڑ جاتی ہے۔ خشک زمین بظاہر بنجر نظر آتی ہے لیکن زمین کے اندر مخلوق کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ جو سطح زمین پر نظر نہیں آتیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک گرام مٹی میں کھربوں جراثیم ہوتے ہیں۔ جب طویل عرصہ تک بارش نہیں ہوتی تو زمین کے اندر یہ جراثیم بے حرکت ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب بارش برستی ہے تو یہ کھربوں جراثیم زندہ اور متحرک ہو جاتے ہیں۔ بارش کے بعد زمین کے اندر نمو کا یہ عمل ہزاروں جاندار اشیا کیڑون، مکوڑوں درختوں، پودوں اور پھلواری کی پیداوار کا سبب بنتا ہے۔ بارش کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ زیر زمین شہر کے شہر آباد ہو گئے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ پانی زندگی کے لئے نا گزیر ہے۔ تحقیقات کے عمل میں پانی کی اہمیت سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تخلیقی عمل پر غور کیا تو زمین پر تمام تولیدی سلسلہ پانی کے اوپر قائم ہے۔

جب ہم پانی کا تذکرہ کرتے ہیں تو روحانی نقطہ نظر سے دو رخوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ایک پانی اور دوسرے پانی کی ماہئیت۔ جس طرح ہر انسان میں شعور اور لاشعور کام کر رہے ہیں اور انسان کی ساری زندگی لاشعور سے شعور کے اوپر انفارمیشن پر قائم ہے اسی طرح پانی کی ماہئیت اور خاصیت پر پانی کا وجود ہے۔ پانی کا

پھیلنا، سمٹنا، زمین کے اندر پانی کا بہنا، چشمے، آبشار، نالے، دریا، سمندر اور آسمان سے بہنے والا پانی اپنے باطنی وجود (لاشعور) پر قائم اور متحرک ہے۔

باعث تخلیق کائنات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے اسرار و رموز کے امین، اللہ کی نیابت اور خلافت کے اعلیٰ منصب پر فائز، حامل علم لدنی، تخلیقی فارمولوں کے ماہر، بحر و بر، شجر و حجر، سماوات اور زمین کے حاکم ہیں اور انہیں اللہ کی نیابت کے تحت حاکمیت کے تمام اختیارات حاصل ہیں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب چاہا کہ پانی میں اضافہ ہو یا خشک کنویں میں پانی کا چشمہ ابل پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے باطن (لاشعور) میں تصرف فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف سے پانی کے اہر میں پھیلنے اور بہنے کی صلاحیت متحرک ہوگئی۔ خشک کنویں سے چشمہ ابل پڑا۔ اور یہی تصرف جب مشک کے پانی پر ہوا تو قانون الٰہی کے تحت آدمیوں کی بہت بڑی تعداد نے پانی پی لیا لیکن مشک خالی نہیں ہوئی۔

ترجمہ:

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کر دی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں۔

(سورۃ نحل ۱۲)

کعبہ کی کنجی

حضرت عثمان بن طلحہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔ ایام جاہلیت میں وہ کعبہ کو پیر اور جمعرات کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ عثمان بن طلحہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درگزر کیا اور فرمایا، اے عثمان! عنقریب چابی میرے ہاتھ میں ہو گی اور مجھے اس پر تصرف ہو گا جس کو چاہوں دے دوں، جہاں چاہوں رکھ دوں۔ عثمان بن طلحہ نے کہا اس دن قریش ہلاک اور ذلیل ہو جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، نہیں، بلکہ وہ عزت پائیں گے اور زندہ رہیں گے۔ فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کی چابی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ یہ چابی ہمیں عنایت فرما دی جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی عثمان بن طلحہ کو عطا فرما دی۔

بائیکاٹ

کفار مکہ اور اہل قریش نے سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کا معاشی بائیکاٹ کر کے عہد نامہ لکھ کر کعبہ میں لٹکا دیا۔ اس عہد نامہ میں لکھا تھا کہ بنو ہاشم سے کوئی تعلق نہ رکھے، یہاں تک کہ دوسرے علاقوں کے سوداگر بنو ہاشم سے لین دین نہیں کر سکتے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام بمعہ اہل و عیال شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں مقیم ہو گئے۔ تین سال تک حد و حساب سے زیادہ تکالیف اور پریشانیاں برداشت کیں۔ تین سال کے بعد سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے قریش مکہ کو اطلاع بھیجی کہ قریش نے متفقہ طور پر جو عہد نامہ لکھا تھا اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ صرف اللہ کا نام اس میں باقی رہ گیا ہے۔ قریش نے عہد نامہ منگوا کر دیکھا تو جہاں جہاں اللہ لکھا تھا وہ دیمک کی دست برد سے محفوظ رہا باقی سب کو دیمک نے چاٹ لیا۔

دیمک (White Ants) چیونٹی کی ایک قسم ہے۔ یہ پندرہ سے بیس فٹ تک اونچا گھر بناتی ہیں۔ دیمک کی عقل و دانش کا حال یہ ہے کہ جب وہ اپنا گھر بناتی ہے تو ہر گھر محرابوں پر اٹھایا جاتا ہے۔ چھتیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ کئی آدمیوں کا بوجھ سہار سکتی ہیں۔ ہر گھر کے مرکز میں ملک و ملکہ رہتے ہیں، ارد گرد مزدوروں کے کمرے ہوتے ہیں۔ ان سے آگے دایہ جماعت کے کمرے ہوتے ہیں اور ان سے آگے گودام بنائے جاتے ہیں۔ اس گھر کا کوئی دروازہ نہیں ہوتا اور نہ ان کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ مٹی کے نیچے رہتی ہیں تاکہ پرندوں کا شکار نہ بنیں۔ مٹی کی سرنگ بنا کر اس کے اندر چلتی ہیں۔ ان میں سے کچھ روشنی میں چلتی

پھرتی ہیں جن میں بصارت بھی کام کرتی ہے۔ نر دیمک کے دانت اس قدر مضبوط ہوتے ہیں کہ لکڑی کو چند ثانیوں میں ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔ ان کی ملکہ ایک چھوٹے کمرے میں بند رہتی ہے۔ اس کمرہ کا دروازہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ملکہ باہر نہیں نکل سکتی۔ اسے غذا اندر ہی پہنچا دی جاتی ہے۔

اس ننھے سے کیڑے نے عقل و دانش کا مظاہرہ کر کے عہد نامہ کے صرف ان الفاظ کو چاٹا جو کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کے لئے لکھے تھے۔ لیکن خالق و مالک ہستی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس واحد ذات کے قابل پرستش ہونے کا برملا اعلان کیا، اس کے نام کو دیمک نے نہیں چاٹا۔

سراقہ اور کنگن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو کفار مکہ نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی کو پکڑ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ سراقہ نامی شخص اپنے تیز رفتار گھوڑی پر سوار ہو کر تلاش میں نکلا۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ تین دن غار ثور میں قیام کرنے کے بعد مدینے کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں ہی تھے کہ سراقہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آپہنچا۔جب وہ قریب آیا تو اس کے گھوڑے کے چاروں پیر پیٹ تک زمین میں دھنس گئے۔ یہ دیکھ کر سراقہ بہت گھبرایا۔اس نے بہت کوشش کی مگر گھوڑے کے پیر زمین سے باہر نہ نکلے۔ سراقہ نے التجا کی:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم !میرے گھوڑے کو اس مصیبت سے نجات دلائیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ واپس چلا جاؤں گا اور جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں آرہا ہو گا اسے بھی واپس لے جاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ زمین نے گھوڑے کو باہر نکال دیا۔ سراقہ واپس جانے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے سراقہ ! میں تیرے ہاتھوں میں ایران کے بادشاہ نوشیروان کے کنگن دیکھ رہا ہوں

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا۔مال غنیمت میں ایران کے بادشاہ نوشیروان کے کنگن بھی تھے۔جو حضرت عمر فاروقؓ نے سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔

بدر کے قیدی

قریش نے جنگ بدر کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے فدیے بھیجے۔ حضرت عباس بولے میرے پاس کیا ہے جسے میں ادا کر کے رہائی حاصل کروں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جسے آپ نے اور آپ کی بیوی ام الفضل نے چھپا رکھا ہے۔ جنگ کے لئے روانہ ہوتے وقت آپ نے اپنی بیوی سے کہا تھا اگر میں مارا گیا تو اس مال کو میرے بیٹوں میں تقسیم کر دینا۔

حضرت نوفل بن حارث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زادہ تھے۔ کفار کی فوج میں شامل تھے۔ غزوہ بدر میں گرفتار ہو گئے۔ بدر کے قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تھا۔ جن کے پاس مال نہ تھا اور وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ انصار کے دس نوجوانوں کو لکھنا سکھا دیں۔ جب قیدیوں کے فدیے کی بات چلی تو حضرت نوفل بن حارث نے عرض کیا میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں کہ فدیے میں دے سکوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نیزے کہاں ہیں جو تو نے جدہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو فدیے میں دے دے۔

آندھی

غزوہ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ آج رات کو بہت تیز ہوا چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص رات کو نہ اٹھے۔ جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کو مضبوط باندھ دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا رات کو بہت تیز ہوا چلی اور سخت آندھی آئی۔ ایک شخص کو ہوا نے اُٹھا کر پہاڑوں میں گم کر دیا۔

گم شدہ اونٹنی

ایک غزوہ کے موقع پر راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ اونٹنی کی تلاش میں نکلے عمارہؓ بن حزم اس وقت سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس موجود تھے۔ ایک منافق نے لوگوں سے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا دعوی کرتا ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں سناتا ہے اور اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عمارہؓ سے کہا، ایک شخص نے یہ کہا ہے کہ محمد نبوت کا دعوی کرتا ہے اور لوگوں کو آسمان کی خبریں سناتا ہے اور سے یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ خدا کی قسم! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ نے مجھے بتا دیا ہے، مجھے وہی کچھ معلوم ہے جس کا علم اللہ نے مجھے عطا کر دی ہے۔ اللہ نے مجھے اونٹنی کے بارے میں خبر دی ہے کہ اونٹنی ایک درے میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ تم جا کر اسے لے آؤ۔

چوٹی میں خط

دو اصحاب کے ساتھ حضرت علیؓ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فاخ نامی مقام کی طرف روانہ کیا اور فرمایا وہاں ایک عورت کے پاس قریش مکہ کے نام خط ہے۔اس عورت کو گرفتار کر کے لے آو تینوں اصحاب تیز رفتار گھڑوں پر سوار ہو کر روانہ وہئے۔عورت کو گرفتار کر کے تلاشی لی گئی تو چوٹی میں خط چھپا ہوا تھا۔

جنگ موتہ کا احوال

جس وت موتہ کے میدان میں تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر اسلام کفار کے دو لاکھ لشکر سے نبرد آزما تھا۔اس وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

زیدؓ نے جھنڈا پکڑا اور بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔اب جعفرؓ نے کمان سنبھال لی۔ جعفرؓ نے گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر حملہ کیا۔ان کا دایاں بازو کٹ گیا تو علم بایئں ہاتھ میں لے لیا۔ بایاں بازو بھی کٹ گیا تو جھندا بغل میں لے لیا اور شہید ہو گئے۔اب جھنڈا عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔مجھے دکھا دیا گیا ہے کہ فرشتے انہیں سنہری پلنگ پر اٹھا کر جنت میں لے گئے ہیں۔

قبیلہ ہوازن

غزوہ حنین میں ایک سوار نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے پہاڑ پر سے دیکھا ہے کہ قبیلہ ہوازن کے تمام لوگ اونٹوں پر اسلحہ لاد کر حنین میں آگئے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا۔سب سامان مسلمانوں کو مل جائے گا۔دوسری دن جب کفر واسلام میں معرکہ ہوا تو مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

نجاشی کی وفات

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا۔میں نے ایک ریشمی حلہ اور کئی اوقیہ مشک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔مگر ایسا لگتا ہے کہ نجاشی کے فوت ہو جانے کے باعث ہدیہ واپس آجائے گا۔ہدیہ واپس آیا تو ریشمی حلہ تمہارا ہو گا۔

جس روز نجاشی شاہ حبشہ کی وفات ہوئی اسی روز حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صحابہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا۔اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو۔نجاشی شاہ حبشہ کے مرنے کے بعد ہدیہ واپس آگیا۔

خسرو پرویز

ہجرت کے ساتویں سال کے آغاز میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عرب سربراہان حکومت کو دعوت اسلامی کے خطوط ارسال فرمائے تھے۔ شاہ ایران خسرو پرویز کے پاس سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کا نامہ مبارک پہنچا تو خسرو پرویز نے خط کو چاک کر دیا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس جب خط چاک کرنے کی اطلاع پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ نامہ مبارک کو چاک کرنے کے بعد خسرو پرویز نے یمن کے حاکم باذان کو گستاخانہ حکم دیا، تو اس مدعی نبوت کے پاس جا اور اس سے کہہ دے کہ اپنے دعوے سے باز آجائے ورنہ اس کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ باذان نے اپنے دو مصاحب اس غرض سے مدینہ بھیجے کہ وہ جا کر مدعی نبوت سے ملیں اور اطلاع دیں۔ وہ دونون بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ آج تم آرام کرو، کل میرے پاس آنا۔ اگلے روز جب وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل رات اللہ تعالی نے کسری (خسرو پرویز) کو قتل کروا دیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا ہے، میری طرف سے باذان کو یہ خبر دے دو اور یہ بھی کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت ایک روز کسری کے ملک کی حدود تک پہنچ جائے گی اور اسے یہ بھی بتا دو کہ اگر تم اسلام لے آوگے تو تمہارا ملک تمہیں دے دیا جائے گا۔ قاصدوں نے واپس جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس کے گوش گزار کر دیئے۔

زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ شیرویہ کی طرف سے باذان کے نام خط آیا۔ اس خط میں لکھا تھا میں نے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ معززین ایران کے قتل کو روا رکھتا تھا۔ تم رعایا سے میری اطاعت کا عہد لو اور اس مدعی نبوت سے تعرض نہ کرو میرے باپ نے جس کی گرفتاری کا حکم دیا تھا۔ باذان مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی یمن میں بقیم ایرانی بھی ایمان لے آئے۔

دل میں بھید

واثلہؓ بن اسقع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ واثلہؓ بیچ میں آکر بیٹھ گئے۔ صحابہؓ نے اس کو برا سمجھا اور انہیں ایک طرف بیٹھنے کو کہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسے بیٹھا رہنے دو مجھے معلوم ہے کہ یہ یہاں کس مقصد سے آیا ہے۔ واثلہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بتائیے میں کس مقصد سے یہاں آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم شر اور نیکی کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔ واثلہؓ نے کہا قسم اس ذات کی جس نے سچائی کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے۔ میں اسی لئے آیا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نیکی وہ ہے جس سے اطمینان قلب حاصل ہو اور شر میں اطمینان قلب نہیں ہوتا۔ تجھے چاہیے کہ اس چیز کو اختیار کر جس میں شک و شبہ نہ ہو۔

آنے کا مقصد کیا ہے؟

شیطان صفت عمیر بن وہب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کو اذیتیں دینے میں پیش پیش رہتا تھا۔ ایک روز خانہ کعبہ میں عمیر نے کہا، اللہ کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور گھر والوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتا۔ ابو لہب نے کہا تمہارا قرض میں ادا کر دیتا ہوں۔ تمہارے بیوی بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے۔ جب تک وہ زندہ ہیں میں ان کا کفیل ہوں۔ عمیر بن وہب زہر میں بجھا ہوا خنجر لے کر مدینہ کی طرف چل پڑا۔ جب وہ مدینہ پہنچا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں داخل ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، عمیر! تو یہاں کیوں آتا ہے؟ عمیر نے کہا۔ میں اپنے بیٹے کی رہائی کا فدیہ دینے آیا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو اس لئے نہیں آیا کہ اپنے قیدی کو فدیہ ادا کر کے چھڑا لے جائے بلکہ تو مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ عمیر راز کھلنے پر لرزنے لگا اور کپڑوں میں چھپا ہوا خنجر زمین پر گر گیا۔

رومیوں کا غلبہ

بعثت نبوی کے پانچویں برس آتش پرست ایرانیوں اور مسیحی عقائد پر کاربند رومیوں میں جنگ ہوئی ۔جنگ میں ایرانیوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانون کو رومیوں سے ہمدردی تھی۔رومیوں کی شکست سے انہیں افسوس ہوا۔اللہ نے مسلمانوں کو تسلی دی:

ترجمہ:

رومی مغلوب ہوئے۔پاس کی زمین میں اور وہ اس مغلوبی کے بعد غالب ہوں گے۔کئی برس میں ، حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اسدن خوش ہوں گے ایمان والے۔اللہ کی مدد سے ، مدد کرے جس کی چاہے اور وہی ہے زبردست رحم والا۔اللہ کا وعدہ ہوا، خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

(الروم ۲۔٦)

مشرکین مکہ نے مسلمانون کا مذاق اڑایا تو سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے پیشین گوئی فرمائی۔

تین سے نو سال کی مدت میں رومی دوبارہ غالب ہوں گے۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان پیشین گوئی کے نویں سال پورا ہو گیا۔

سخاوت

عدی بن حاتم، حاتم طائی کے بیٹے تھے۔ شام سے مدینہ منورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں گھر لے گئے اور کھجور کی چھال سے بھرا ہوا کشن بیٹھنے کے لئے دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی بن حاتم نے سوچا بلا شبہ یہ بادشاہ نہیں ہیں کیونکہ بادشاہوں میں اس طرح کی تواضع نہیں ہوتی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔اے عدی تم عیسائیت اور صابیت کے درمیان کا اعتقاد رکھتے ہو۔عدی بن حاتم نے عرض کیا، بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عدی بن حاتم تم اپنی قوم سے غنیمتوں کا چوتھا حصہ لیتے ہو۔ حالانکہ تمہارے دین میں یہ جائز نہیں ہے۔ عدی کہنے لگے، بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔ عدی بن حاتم کو یقین ہو گیا کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں جو غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

اے عدی اسلام کی طرف تمہاری رغبت ہے مگر تم اسلام اس لئے قبول نہیں کرتے کہ تمہیں بظاہر مسلمانوں کی حالت کمزور نظر آتی ہے۔ خدا کی قسم ایک وقت آئے گا کہ مسلمانوں کے پاس دولت پانی کی

طرح بہتی ہو گی۔ مسلمان مٹھیاں بھر بھر کر سونا چاندی خیرات میں دیں گے اور اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔

اور تم اسلام کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ تمہیں مسلمان تھوڑے اور ان کے مقابلے میں کفار تعداد میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ خدا کی قسم ایک وقت آئے گا کہ چار دانگ عالم میں اسلام کا چرچا ہو گا۔ زمین کے اوپر پھیلے ہوئے دور دراز ممالک مسلمانون کے زیر نگیں ہو گے۔ حتیٰ کہ عورتین تن تنہا اونٹ پر سوار ہو کر بے خوف و خطر قادسیہ سے چل کر بیت اللہ شریف کی زیارت کو آئیں گی۔

اور تم اس خیال سے اسلام کو قبول نہیں کرتے کہ تمہیں مسلمانوں میں بادشاہ نظر نہیں آتے۔ تمہارے خیال میں بادشاہت مسلمانوں کے مخالفین کے پاس ہے۔ خدا کی قسم وقت آئے گا کہ روم اور بابل کے شاہی محلات مسلمانوں کے پاس ہوں گے۔ عدی یہ پیشین گوئی سن کر مسلمان ہو گئے۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میری زندگی میں ہی بابل کے سفید شاہی محلات ختم ہو گئے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ اونٹ پر سوار تنہا عورت کئی دنوں کا سفر طے کر کے بیت اللہ شریف پہنچی ہے اور خدا کی قسم تیسری پیشین گوئی بھی پوری ہو کر رہے گی کہ دولت پانی کی طرح بہے گی اور کوئی ایسا نہ ملے گا جو اسے قبول کرنے پر تیار ہو جائے۔

اللہ کے لئے خرچ کرنے والے ہاتھ

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دفعہ ازدواج مطہراتؓ سے فرمایا۔ میری وفات کے بعد تم میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ یہ سن کر ازدواج مطہرات آپس میں ہاتھ ناپنے لگیں۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد ازدواج مطہرات میں سے حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی جن کا لقب ام المساکین تھا اور وہ صدقہ خیرات بہت کیا کرتی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد ازدواج پر یہ عقدہ کھلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد اللہ کے لئے خرچ کرنے والے ہاتھ ہیں۔

بی بی فاطمہؓ کے کان میں سرگوشی

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت فاطمہؓ کو طلب فرمایا اور اپنے پاس بٹھا کر کان میں چند باتیں فرمائیں۔ حضرت فاطمہؓ رونے لگیں اور بہت غمگیں ہوئیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے کان میں دوبارہ ایک بات کہی۔ حضرت فاطمہؓ روتے روتے چپ ہو گئیں اور مسکرانے لگیں۔ حضرت عائشہؓ نے بی بی فاطمہؓ سے جب استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان میں کہا تھا کہ جبرائیل سال میں ایک مرتبہ مجھ سے قرآن سنتے ہیں۔ لیکن جبرائیل نے اس سال دو بار مجھ سے قرآن سنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں اس سال رخصت ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی میں فرمایا۔ اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گی۔ یہ سن کر میں مسکرادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ اپنے والد گرامی کے پاس تشریف لے گئیں۔

حضرت علیؓ

حضرت علیؓ سے سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت صالح کی قوم میں قیدار بن سالف سب سے زیادہ شقی تھا۔

جس نے حضرت صالح کی نبوت و رسالت کی دلیل کے لئے بھیجی گئی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور میری امت میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جو تلوار سے تمہارے سر پر وار کرے گا۔ تمہاری داڑھی خون سے سرخ ہو جائے گی۔ روایت ہے کہ جس صبح حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا وہ ساری رات آپ بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھاتے اور فرماتے تھے کہ یہ تو وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بے شک سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی جھوٹی بات نہیں کہی۔ فجر کے وقت آپ مسجد تشریف لے گئے راستے میں بطخوں نے چلا چلا کر آسمان سر پر اٹھالیا۔ لوگوں نے انہیں خاموش کرانا چاہا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انہیں غم کا اظہار کرنے دو۔ آپ نماز میں اپنے خالق و مالک کے حضورؑ حاضر تھے کہ عبداللہ الرحمن بن ملجم نے آپ پر حملہ کر دیا ۔ تلوار سے آپ کی پیشانی پر کاری ضرب لگائی اور آپ شہید ہو گئے۔

سعد بن ابی وقاصؓ

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص سخت بیمار ہو گئے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ شاید میں اس مرض سے جانبر نہ ہو سکوں۔ میری وارث ایک لڑکی ہے۔ اجازت ہو تو میں اپنے مال سے متعلق وصیت کر دوں۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام

نے فرمایا، ابی وقاص انشااللہ تم زندہ رہو گے اور تمہاری ذات سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اور بہت سے لوگ نقصان میں رہیں گے ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ صحتیاب ہونے کے بعد پچاس سال تک اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایران کا دارالسطنت مدائن ان کی قیادت میں فتح ہوا۔

صحابی جن حضرت سرقؓ

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مکہ کے سفر کے دوران مرا ہوا ایک سانپ دیکھا انہوں نے ایک کپڑے میں لپیٹ کر اسے دفن کر دیا۔

کان میں سرگوشی ہوئی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے میں نے سنا تھا کہ سرقؓ گاوں کے ایک میدان میں وفات پائے گا اور میری امت کا بہترین شخص اسے دفن کرے گا۔

عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا! تم کون ہو؟

آواز آئی، میں نوع جنات میں سے ایک فرد ہوں اور یہ میرا ساتھی سرقؓ ہے۔ جنات میں سے جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بیعت کی تھی ان میں سے اب میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔

اللہ نے کن فرمایا تو کائنات کی جو شکل وصورت اللہ کے ذہن میں تھی، مظہر بن گئی یعنی کائنات اللہ کے ذہن کا عکس ہے۔ اللہ کے ذہن کا عکس اس کی صفات ہیں۔

کائنات میں جو کچھ ہے وہ زمین پر ہو، زمین میں ہو، آسمانوں میں ہو یا کائنات کے کسی بھی گوشے میں ہو وہ اللہ کی صفت کا مظاہرہ ہے۔ چونکہ کائنات اللہ کے ذہن کا عکس ہے اس لئے کائنات میں ہر مخلوق ہر ہر قدم پر خالق کائنات اللہ کی محتاج ہے۔

اللہ کی صفات کا عکس رخ اول ہے اور خود کائنات جو ہر آن ہر لمحہ خالق کے کرم کی محتاج ہے، رخ دائم ہے۔ ان دونوں رخوں سے کائنات میں تخلیقی عمل جاری ہے۔

پہلا رخ یا مرحلہ کائنات کا اجتماعی شعور ہے۔ دوسرا مرحلہ نوع ہے۔ تیسرا مرحلہ نوع کے افرا دہیں۔ کوئی شخص اس کا نام کچھ بھی ہو اس کا وجود پہلے مرحلے کا عکس ہے، خواہ وہ فرد انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، نباتات ہو، جمادات ہو یا پھیلی ہوئی کائنات میں کوئی کرہ ہو۔

کائنات میں ممتاز فرد انسان ہے جس کے بارے میں اللہ نے لقد خلقنا الانسان فی احسن التقویم فرمایا ہے۔

قانون قدرت کے مطابق انسانی زندگی کے بھی دو رخ ہیں۔ ایک ظاہری رخ اور دوسرا باطنی رخ۔

ظاہر رخ مادی آنکھ سے دیکھنے پر نظر آتا ہے۔ جبکہ باطنی رخ روح کی آنکھ سے نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ باطن میں ہے وہی ظاہر میں ہے۔ جو چیز باطن میں نہیں ہے وہ ظاہر میں بھی موجود نہیں ہے۔ گویا باطن رخ اصل ہے۔ اور کسی شخص کا باطنی رخ ہی اس کی اصل اور روح ہے۔ ظاہری حصہ یا ظاہری رخ زمانیت اور مکانیت کا پابند ہے۔ باطنی حصہ میں زمان و مکان دونوں نہیں ہوتے۔ ہم جب ظاہری رخ میں سفر کرتے ہیں تو فاصلے اور رفتار کے اعتبار سے اس میں کئی گھنٹے، کئی دن اور کئی مہینے لگ سکتے ہیں۔ لیکن باطنی رخ میں طویل سفر کی ضرورت پیش نہیں آتی اور نہ ہی مشاہدہ کے دوران کوئی پردہ حائل ہوتا ہے۔

کائنات کا ہر فرد لاشعوری طور پر ایک دوسرے کے ساتھ روشناس اور منسلک ہے۔ اگر کوئی فرد سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت سے اس قانون سے واقف ہو جائے تو وہ ایک ذرے کی حرکت کو دوسرے ذرے کی حرکت سے ملحق دیکھ سکتا ہے۔ اس قانون کا شعور رکھنے والا انسان ہزاروں سال پہلے یا ہزاروں سال بعد کے واقعات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اس کا تجربہ نوع انسانی میں ہر فرد کو ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً دن میں ہم سورج کو نو کروڑ میل دور دیکھتے ہیں اور ہر رات لاکھوں میل کے فاصلے پر ستارے ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ یہ نو کروڑ میل دیکھنا یا ستاروں کو لاکھوں میل کے فاصلے پر بغیر وقفے کے دیکھنا کائناتی شعور سے دیکھنا ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشین گوئیوں میں یہی قانون نافذ ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ رب العالمین کے بھیجے ہوئے رحمت اللعالمین ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کائنات کی تخلیق میں

کام کرنے والے تمام مخفی گوشوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ کائنات کے ہر مخفی گوشہ سے واقف اور علم غیب کے امین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کائناتی شعور استعمال کی تو ہونے والے واقعات ان کے سامنے آگئے۔

دستِ رحمت

حضرت ابیض بن حمالؓ کے چہرے پر داد تھا۔ جس سے چہرہ بد نما لگتا تھا۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک روز انہیں قریب بلایا اور سامنے بٹھا کر ان کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ داد کے نشانات چہرے پر سے ختم ہو گئے۔

حضرت یزید بن قنافہ طائی گنجے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دست مبارک پھیرا تو ان کا گنج دور ہو گیا اور ان کے سر پر بال اگ آئے۔ یہ بال اتنی کثرت سے تھے کہ ان کا لقب ہلب یعنی بہت زیادہ بالوں والا ہو گیا۔

جنونی لڑکا

ایک بار ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس لڑکے کو جنون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو اپنے

پاس بٹھالیااور اس کے سینے پر اپنادست مبارک پھیرا۔ ذرا دیر بعد لڑکے کو سیاہ رنگ کی قے ہوئی اور اسے جنون کی مرض سے نجات مل گئی۔

آنکھ کا ڈیلا

غزوہ احمد میں جب مسلمانوں کی صفیں بکھر گئیں تو دشمنوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔ جن صحابہؓ نے کمال جاں نثاری سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دفاع کیا ان میں حضرت ابو دجانہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ شامل تھے۔ حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ زخمی ہو گئی اور آنکھ کا ڈیلا نکل کر لٹک گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈیلا واپس آنکھ میں رکھ دیا۔ چنانچہ ان کی وہ آنکھ نہ صرف ٹھیک ہو گئی بلکہ اس کی نگاہ دوسری آنکھ سے زیادہ تیز ہو گئی۔

حرم میں اذان

حضور علیہ الصلوۃ والسلام غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے۔ راستے میں نماز کا وقت آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب دستور ٹھہر گئے۔ موذن نے اذان دی۔ ابو مخدورہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ قریب موجود تھے۔ اذان سن کر انہوں نے استہزا کے طور پر چلا چلا کر اذان کی نقل اتارنی شروع کی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک آدمی بھیج کر ان سب کو بلوایا۔ جب وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے لائے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے باری باری اذان کہلوائی۔ ابو مخدورہ خوش الحان تھے اور ان کی آواز بھی سب سے بلند تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک لیا اور باقی سب کو جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مخدورہ کو اپنے سامنے بٹھالیا اور پیشانی سے چہرے تک ہاتھ پھیرتے ہوئے سینے تک لائے اور سینے سے پیٹ، کلیجے اور ناف تک ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اور تجھ پر اپنا فضل و کرم کرے۔ جاؤ حرم شریف میں اذان دو۔

مٹی تریاق بن گئی

سیدنا حضور علی الصلوۃ والسلام ایک دفعہ بنو حارث کے قبیلے سے گزرے ایک شخص سخت بخار میں مبتلا تھا۔اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے علاقے میں بخاری وبائی صورت اختیار کر گیا ہے۔سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا، مقام صعیب سے مٹی لواور ایک دعا تعلیم کی یہ پڑھ کر جسم پر مٹی مل لو۔بخار میں مبتلا مریض شفایاب ہو گئے۔اس طرح برص اور دوسری جلد کی بیماریوں کے لئے بھی یہ مٹی تریاق بن گئی۔

بکری زندہ ہو گئی

مدینہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو خزاعہ کی خاتون عاتکہ بنت خالد کے خیمے کے پاس سے گزرے۔یہ خاتون ام معبہ کے نام سے مشہور تھی اور آنے جانے والوں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے کی چوب سے ایک بکری بندھی دیکھی۔دریافت فرمانے

پر ام معبد نے کہا۔ یہ بکری کمزور اور بیمار ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکتی۔ لاغری کے سبب دوسری بکریوں سے پیچھے رہ جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ دیتی ہے۔ ام معبد نے جواب دیا اسے دودھ نہیں اترتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن طلب کر کے دودھ دوہنا شروع کیا۔ جب بوتن بھر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ام معبد کو پلایا پھر حضور نے اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ سب سے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو خود نوش فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس ایک بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ موجود تھا۔ انہوں نے بکری کو ذبح کیا ان کی بیوی نے آٹا پیس کر روٹی اور گوشت پکایا اور ایک پیلاے میں ثرید تیار کیا۔ حضرت جابرؓ ثرید کا پیالہ لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابرؓ سے فرمایا اے جابر! اپنے ساتھیوں کو جمع کر اور ان کو میرے پاس ایک ایک کر کے بھیج دے۔ حضرت جابرؓ ایک ایک جماعت بنا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھیجتے رہے۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانے والوں سے صرف اتنا فرماتے تھے کہ کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ سب لوگ جب ثرید کھا کر چلے گئے

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے درمیان ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر کچھ ارشاد فرمایا بکری کان ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ جابرؓ اپنی بکری لے جاو

حضور قلندر بابااولیار حمۃ اللہ علیہ نے روحانی علوم و قوانین پر مبنی کتاب لوح و قلم میں لکھا ہے کہ میں یہ کتاب پیغمبر اسلام حضور علی الصلوۃ والسلام کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ حکم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات سے بطریق اویسیہ ملا ہے۔ کتاب لوح و قلم صفحہ ۱۲۱ پر معجزہ، کرامت اور استدراج کے بارے میں قلندر بابااولیاؒ لکھتے ہیں کہ :

تجلی تنزل کر کے نور بنتی ہے اور نور تنزل کر کے روشنی یا مظہر بن جاتا ہے۔ یہی مظہر شے ہے جو تجلی اور نور کی مظہراتی شکل ہے۔ بالفاظ دیگر تجلی تنزل کر کے نور بنی اور نور تنزل کر کے مظہر یا شے بنا۔ یہ مظہر تجلی اور نور سے تخلیق ہوا پھر نور اور تجلی ہی میں فنا ہو گیا اور اگر اللہ چاہے گا تو اس ناموجود کو پھر موجود کر دے گا۔ عارف علم شے میں ہی تصرف کرتا ہے جس کا اثر شے پر براہ راست پڑتا ہے۔

تصرف کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ معجزہ

۲۔ کرامت

۳۔ استدراج

یہاں تینوں کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔ استدراج وہ علم ہے جو اعراف کی بری روحوں یا شیطان پرست جنات کے زیر سایہ کسی آدمی میں خاص وجود کی بنا پر پرورش پاجاتا ہے۔ اس کی ایک مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں بھی پیش آتی ہے۔

اس دور میں صاف ابن صیاد نام کا ایک لڑکا مدینہ کے قریب کسی باغ میں رہتا تھا۔ موقع پاکر شیطان کے شاگردوں نے اسے اچک لیا اور اس کی چھٹی حس کو بیدار کر دیا۔ وہ چادر اوڑھ کر آنکھیں بند کر لیتا اور ملائکہ کی سرگرمیوں کو دیکھتا اور سنتا رہتا۔ وہ سرگرمیاں عوام میں بیان کر دیتا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی شہرت سنی تو ایک روز حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا، آو، ذرا ابن صیاد کو دیکھیں۔

اس وقت وہ مدینہ کے قریب ایک سرخ ٹیلے پر کھیل رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سوال کیا۔ بتا! میں کون ہوں

وہ رکا اور سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ آپ امیوں کے رسول ہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تیرا علم ناقص ہے، تو شک میں پڑ گیا، اچھا بتا! میرے دل میں کیا ہے؟

اس نے کہا، درخ ہے (ایمان نہ لانے والا) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایمان نہ لاوں گا۔

حضصور علی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پھیر تیرا علم محدود ہے تو ترقی نہیں کر سکتا۔ تو اس بات کو بھی نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے؟

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا۔ اے عمر! اگر یہ دجال ہے تو اس پر تم قابو نہیں پا سکو گے اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا قتل زائد ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔

غیب کی دنیا میں لفظ اور معنی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر چیز شکل و صورت رکھتی ہے خواہ وہ وہم ہو، خیال ہو یا احساس، اگر کسی انسان کی چھٹی حس بیدار ہے تو اسکے ذہن میں غیب بینی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ۔ عبرانی زبان میں نبی غیب بین کو کہتے ہیں اور رسول غیب کے قاصد کو۔ اسی ہی وجہ سے ابن صیاد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مرتبہ رسالت کو صحیح نہیں سمجھ سکا۔ اس نے جو کچھ دیکھا وہ یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام غیب کے قاصد ہیں اور اس کی غیب کی روشناسی اپنی ہی حد تک تھی یا ان اجنہ کی حد تک تھی جو اس کے دوست یا استاد تھے۔ وہ ملائکہ کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کر سکتا تھا۔ بس یہیں تک اس کے فن کی رسائی تھی۔ جب اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو سمجھنے کی کوشش کی تو معرفت الٰہی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو غیب کا رسول قرار دیا۔ اس کی غیب بینی صرف اس حد تک تھی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایک امی قوم میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کے معجزات کا مظاہر امی قوم میں ہوا ہے۔ اس فکر کے تحت اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو امیوں کا رسول کہا۔ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو استدراج کی حدوں میں مقید دیکھا تو اس سے یہ سوال کیا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے جس کے جواب میں اس نے درخ کہا او ر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ ابن صیاد کو معرفت حاصل نہیں ہو گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ترقی نہیں کر سکتا۔

چنانچہ ابن صیاد کی طرف کسی بھی صاحب استدراج کو اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ علم استدراج اور علم نبوت میں یہی فرق ہے کہ استدراج کا علم غیب بینی تک محدود رہتا ہے اور علم نبوت انسان کو غیب بینی کی حدوں سے گزار کر اللہ کی معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔

علم نبوت کے زیر اثر کوئی خارق عادت نبی سے صادر ہوتی تھی اس کو معجزہ کہتے تھے اور جب کوئی خارق عادت ولی سے صادر ہوتی ہے تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی علم نبوت کے زیر اثر ہوتی ہے۔ معجزہ اور کرامت کا تصرف مستقل نہیں ہوتا اور اس کا اثر فضا کے اثرات بدلنے سے خود بہ خود ضائع ہو جاتا ہے۔

استدراج کے زیر اثر جو کچھ ہوتا ہے اس کو جادو کہتے ہیں۔

جن نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلدی چلو

سواد بن قاربؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک عامل کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ان کے قبضے میں ایک جن تھا جو غیب کی خبریں ان تک پہنچاتا تھا۔ قاربؓ کہتے ہیں کہ ایک رات میرے مطیع جن نے مجھے نیند سے بیدار کیا اور کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سواد اٹھو!

میری بات غور سے سنو

عقل مند ہو تو عقل سے کام لو۔

بلاشبہ نبی کی بعثت ہو چکی ہے۔

وہ خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں۔

پھر جن نے جھوم جھوم کر اشعار کہے۔

میں جنوں کے دور دراز سفر کے لئے بوریا بستر باندھنے پر تعجب کررہا ہوں۔اگر تم ہدایت کے طلب گار ہو تو مکہ معظمہ کی طرف جلدی چلو۔یاد رکھو سچا جن جھوٹے جن کی طرح نہیں ہوتا۔جلدی کر بنو ہاشم کے اس چہرِ جمیل کا دیدار کر لے جو تو نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

سوادابن قاربؓ نے جن کو اپنے پاس سے بھگا دیا۔اگلی رات جن پھر آیا اور دعوت سفر دی۔تیسری رات جن نے سوادابن قاربؓ کو جھنجوڑ کر اٹھادیا اور کہا:

بنو ہاشم کے عظیم فرد کی زیارت سے اپنا دل روشن کر لے۔

جن نے گذشتہ دو راتوں کی طرح یہ شعر دہرایا۔

میں حیران ہوں کہ جنات اونٹوں پر کجاوے کس کر مکہ ہدایت پانے کے لئے بیقراری کے عالم میں دوڑے جارہے ہیں۔

سوادابن قاربؓ بے چین ہوگئے رات بھر نیند نہیں آئی، صبح ہوتے ہی تیز رفتار سواری کا انتظام کیا اور سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا:

مرحبا اے سوادابن قارب! ہمیں معلوم ہے کہ تم کس لئے یہاں آئے ہو۔سوادابن قارب کو جن کی صداقت پر یقین آگیا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اور جنات کی دنیا ایک جیسی ہے۔ جس طرح انسان، اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کرتے ہیں جنات کی دنیا میں بھی اونٹ ہیں۔ انسان جس طرح ہدایت کے متلاشی ہیں اور اللہ کی توفیق کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے اسی طرح جنات بھی گروہ در گروہ مسلمان ہوتے ہیں۔ جس طرح مسلمان سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نورانی چہرہ پر عاشق اور حضور پر جان نثار ہونا اپنے لئے سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں، جنات بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر جان نثار کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔

بچانے والا اللہ ہے

ایک غزوہ سے واپسی پر مسلمان لشکر نے راستے میں پڑاو کیا۔ اس جگہ درختوں کے کئی جھنڈ تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ صحابہؓ اُن درختوں کے سائے میں سو گئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی ایک درخت کے نیچے اکیلے آرام فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت کی شاخ سے لٹکی ہوئی تھی۔ ایک بدو جو پہلے سے موقع کی تاک میں تھا۔ چپکے سے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار نیام سے نکال لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگیا۔ بدو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بتاو اب تمہیں کون بچا سکتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سکون اور اطمینان سے فرمایا، اللہ۔

یہ سنتے ہی بدو کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔

اونٹ کا سوداگر

ابو جہل نے ایک شخص سے ادھار اونٹ خریدا لیکن رقم ادا نہیں کی۔ سوداگر نے مایوس ہو کر قبیلہ قریش کے اجتماع میں کہا۔اے قریش تم میں سے کوئی جوان مرد ہے جو ابو جہل سے مجھے میرا حق دلا دے۔

ایک شخص نے ازراہ تمسخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا، محمد ابو جہل سے تمہارا حق دلا دیں گے۔ سوداگر نے حضور علیہ والصلوۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا، ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق دبا رکھا ہے۔ میں ایک غریب مسافر ہوں۔ قریش کا کہنا ہے کہ آپ میرا حق واپس دلائیں گے۔ آپ پر اللہ مہربان ہو مجھے میرا قرض واپس دلا دیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لے گئے اور ابو جہل کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، ابو جہل باہر آگیا۔ چہرہ اقدس پر نظر پڑتے ہی ابو جہل گھبرا گیا اور خوف سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسافر کا حق ادا کر دو۔ابو جہل بدحواسی کے عالم میں اندر گیا اور رقم لا کر سوداگر کو دے دی۔

اللہ کا رسول

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت بلالؓ کو کعبہ شریف میں اذان کہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابو سفیانؓ بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کے ہمراہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ دو افراد اس وقت تک اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے۔ عتاب بن اسید نے کہا کہ میرے باپ اسید کو اللہ نے یہ آواز سننے سے بچا لیا

۔حارث بن ہشام بولے خدا کی قسم میں اگر یہ سمجھتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں تو میں ان کا پیروکار ہو جاتا۔ابو سفیان بولے میں کوئی بات نہیں کہتا کیونکہ اگر میں نے کوئی بات کہہ دی تو یہ کنکریاں جو ہماری آس پاس ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دیں گی۔

مغربی حاجی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

عیسائیوں نے سفارش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو قبر سے نکال کرلے جائیں۔ نورالدین زنگی تہجد گزار بادشاہ تھا۔اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو سرخ فام اشخاص کی طرف اشارہ کرکے فرمارہے ہیں، نورالدین مجھے ان دونوں سے بچا۔

سلطان نے بیدار ہو کر وضو کیا، نوافل ادا کرکے سو گیا۔ دوسری بار پھر اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی دو سرخ رنگ اشخاص کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے ہیں، نورالدین مجھے ان دو کتوں سے بچا

سلطان نے نوافل ادا کئے پھر سو گیا۔ تیسری بار اس نے پھر وہی خواب دیکھا۔ایک ہی رات تین بار حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے ایک کام کا حکم دیا تھا۔ سلطان نے اپنے وزیر مرد صالح جمال الدین موصلی کو طلب کیا اور اس سے مشورہ کیا۔ جمال الدین موصلی نے کہا، آپ یہاں کیسے بیٹھے ہیں۔آپ کو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے طلب فرمایا ہے۔ فوراً روانہ ہو جایئے۔ یقیناً مدین ہمیں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ جس کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے آپ کو بلایا گیا ہے۔

سلطان نور الدین تیز رفتار سواریوں پر بیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ جمال الدین موصلی ایک ہزار اونٹ اور گھوڑے مال سے لاد کر لے گیا۔ سولہ دن سفر کر کے سلطان مدینہ پہنچا۔ اس نے اعلان کرایا کہ سلطان حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیادرت کے ارادے سے آیا ہے اور اہل مدینہ میں تقسیم کرنے کے لئے بہت سارا اسامان لایا ہے۔ تمام اہل مدینہ دعوت میں شریک ہوں۔

لوگ جوق در جوق دعوت میں شریک ہوئے۔ جو شخص آتا سلطان اسے غور سے دیکھتا تھا۔

اہل مدینہ آگئے تو سلطان نے پوچھا۔

کیا کوئی باقی رہ گیا ہے

لوگوں نے بتایا کہ اہل مدینہ میں کوئی باقی نہیں رہا البتہ دو مغربی حاجی نہیں آئے۔ یہ گوشہ نشین حاجی دن رات اپنے حجرت میں عبادت کرتے ہیں۔ محتاجوں کو اکثر صدقہ دیتے رہتے ہیں۔ محفل میں شریک نہیں ہوئے۔

سلطان نے حکم دیا کہ دونوں کو حاضر کیا جائے۔

سلطان نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ سلطان نے پوچھا:

تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

انہوں نے جواب دیا ہم حج کرنے کے لئے آئے ہیں۔

سلطان نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا حجرہ شریف کے قریب۔ رباط میں رہتے ہیں۔

سلطان نے دونوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور جہاں وہ رہتے تھے اس جگہ کی تلاشی لی، مگر وہاں صدقہ، خیرات کے لئے بہت سامال، قرآن مجید اور وعظ و نصیحت کی کتابوں اور مال واسباب کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔ لوگوں نے ان کی پارسائی کی شہادت دی، تعریف کی اور بتایا کہ یہ دونوں حاجی بڑے سخی اور فیاض ہیں۔ سارا دن روزہ رکھتے ہیں، روضہ شریف پر حاضر ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں، ہر صبح جنت البقیع کی زیارت کرتے ہیں اور ہر شنبہ کو زیارت کے لئے قبا جاتے ہیں۔ کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے، ان کی فیاضی کی وجہ سے مدینے میں کوئی محتاج نہیں رہا۔ سلطان نے زیادہ توجہ سے تلاشی لی تو مصلہ کے نیچے تہہ خانہ نظر آیا۔ جہاں سے سرنگ حجرت شریف کی طرف کھودی گئی تھی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ حاجیوں کے بھیس میں وہ شیطان کے نمائندے تھے اور جسم اطہر کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے۔ وہ شیطان صفت لوگ رات کو سرنگ کھودتے۔ سرنگ کھودنے سے جو مٹی نکلتی تھی وہ چمڑے کی تھیلیوں میں بھر کی علی الصبح جنت البقیع میں

قبروں پر ڈال آتے تھے۔ کھدائی مکمل ہو چکی تھی اور حجرہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اگلی صبح سلطان نور الدین زندگی نے انہیں گرفتار کر لیا۔ سلطان نے ان دونوں کو قتل کرا دیا۔ سلطان نور الدین زنگی اس عظیم مقصد کے لئے اپنے انتخاب پر سجدے میں گر کر خود رو دیا۔ سلطان نے حجرت شریف کے گرد پانی کی تہہ تک خندق کھدوائی اور اس خندق کو پگھلے ہوئے سیسہ سے بھروا دیا۔ روایت کے مطابق یہ واقعہ ۵۵۵ ہجری میں پیش آیا۔

شرح لوح و قلم

شارح: خواجہ شمس الدین عظیمی

کتاب لوح و قلم کے بارے میں حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ میں یہ کتاب پیغمبر اسلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ حکم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بطریق اویسیہ ملا ہے۔

کتاب لوح و قلم روحانی سائنس پر پہلی کتاب ہے۔ جس کے اندر کائناتی نظام اور

تخلیق کے فارمولے بیان کئے گئے ہیں۔ ان فارمولوں کی تشریح کے لئے

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے جو لیکچرز دیئے ہیں ان کو کتاب شرح لوح

و قلم میں یک جا کر دیا گیا ہے۔

کتاب شرح لوح و قلم کا بغور مطالعہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ کائناتی نظام سمجھ میں آجاتا ہے۔ مثلاً عالم اعراف، عالم حشر نشر، عالم برزخ اور عالم ارواح کا علم حاصل ہوتا ہے۔ بیت المعمور، سدرۃ المنتہا اور لوح محفوظ کی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔

کتاب شرح لوح و قلم میں تکوینی نظام سے متعلق وہ مخفی علم بیان کئے گئے ہیں جو اس سے پہلے آج تک کسی کتاب میں بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ قیمت -/175 روپے

الکتاب پبلی کیشنز 5-K-1 ناظم آباد، کراچی، فون: 6622784-636443